إِنۡ أُرِيۡدُ إِلَّا الۡإِصۡلَاحَ مَا اسۡتَطَعۡتُ

ماہنامہ

البرہان

لاہور

جون ۲۰۱۳ء

مدیر: ڈاکٹر محمد امین

ماہنامہ البرہان لاہور

جلد ۱۸، شمارہ ۶، جون ۲۰۱۳ء/ شعبان ۱۴۳۴ھ

مشمولات

پیش لفظ	۵
مولانا مدنیؒ کا مرتب کردہ نصاب	
عرض ناشر (طبع ثانی) از الحاج گلزار میاں، سلہٹ	۷
مقدمہ از مولانا سید حسین احمد مدنیؒ	۸
نئے نصاب کے اصول وقوانین کلیہ	۱۱
اصول نصاب درجہ ابتدائیہ وثانوی	۱۸
نصاب درجہ ابتدائی	۲۰
نصاب تعلیم ثانوی	۲۲
نصاب تعلیم درجہ عالیہ	۲۶
توضیح وتجزیہ از ڈاکٹر محمد امین	۳۲
نا قابل یقین	۳۲
تاریخ تدوین	۳۴
اس نصاب کی منفرد خصوصیات:	۳۴
دینی مدارس کا نصاب نا قابل تغیر نہیں ہوتا	۳۴
مقاصد تعلیم	۳۶
تعلیمی اسکیم	۳۸
نصاب ونصابی کتب	۳۹
نصاب کی اہم خصوصیات	۴۵
تبدیلی کا لائحہ عمل	۵۲
حرف آخر	۵۶

پیش لفظ

مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے مرتب کردہ قدیم وجدید کے جامع نصاب کا ایک نسخہ مولانا زاہد الراشدی صاحب (ڈائریکٹر شریعہ اکیڈمی، گوجرانوالہ) کے ہاتھ اس وقت لگا جب وہ بنگلہ دیش (مرحوم مشرقی پاکستان) کے دورے پر گئے۔ موضوع سے دلچسپی کی خاطر انہوں نے ہمیں بھی اس کی ایک فوٹو کاپی مہیا کی، جس کے لیے ہم ان کے شکر گزار ہیں۔

جب ہم نے ماہنامہ البرہان کا اجراء کیا تو ہمارے ذہن میں آیا کہ اس نصاب کو پاکستان کے دینی مدارس کے علم میں لانے کے لیے قسط وار شائع کر دیا جائے چنانچہ یہ نصاب البرہان کے شمارہ دسمبر ۲۰۱۱ء اور جنوری، فروری، اپریل اور مئی ۲۰۱۲ء میں پانچ قسطوں میں شائع کر دیا گیا۔ بالاقساط شائع ہونے کی وجہ سے اور زبان کی قدامت کی بناء پر (یہ نصاب مولانا نے ۱۹۴۳ء میں مدون کیا تھا) مولانا مرحوم کی تحریر کا موثر اور سریع الفہم ہونا مخدوش لگا تو ہم نے اس کی توضیح اور اس کے تجزیے کی ضرورت محسوس کی۔ چنانچہ اس کی بھی دو اقساط البرہان کے شمارہ اگست و نومبر ۲۰۱۲ء میں شائع ہوئیں جب کہ تیسری اور آخری قسط اس مجموعے میں شامل کر دی گئی ہے۔

دیوبند کے اساطین علم میں سے مولانا مناظر احسن گیلانیؒ خود بھی وحدت تعلیم کے علمبردار تھے (اس موضوع پر ان کی کتاب 'مسلمانوں کا نظام تعلیم وتربیت' میں ذکر کردہ خیالات ہم نے البرہان کے شمارہ اگست ۲۰۱۱ء میں شائع کیے ہیں) اور انہوں نے دیوبند کے بانی مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے حالات زندگی ''سوانح قاسمی'' میں تفصیل سے لکھا ہے کہ مولانا کو اس بات کی بہت فکر تھی کہ مسلم طلبہ دینی تعلیم کے بعد جدید تعلیم ضرور حاصل کریں اور اس کے لیے انہوں نے دیوبند کی مدت نصاب کو دس سال سے کم کر کے چھ سال اسی لیے کیا تھا کہ طلبہ جدید تعلیم حاصل کر سکیں اور خود بھی انہوں نے حج سے واپسی پر انگریزی سیکھنے کا ارادہ کر لیا تھا لیکن زندگی نے انہیں مہلت نہ دی۔ دیوبند کے سرپرست اعلیٰ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ بھی فلسفہ ومنطق وغیرہ قدیم معقولات کی تعلیم

کو وقت کا ضیاع سمجھتے ہوئے اس کے مقابلے میں انگریزی کی تدریس کی حمایت کرتے تھے۔ نیز مولانا سید محمد میاں صاحب (مصنف 'علماء ہند کا شاندار ماضی') نے شواہد کی بناء پر لکھا ہے کہ مولانا سید انور شاہ کشمیریؒ نے عربی میں بیروت سے طبع شدہ جدید سائنس کی کتاب طلبہ کو پڑھائی اور وہ جدید فلسفہ و ہیئت (اسٹرانومی) کی تدریس کے بھی حامی تھے۔

اس کے ساتھ ہی جب ہم مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کا قدیم وجدید پر مبنی یہ نصاب دیکھتے ہیں تو حیرت ہوتی ہے کہ کیوں کر دینی مدارس کا نصاب تبدیل نہ ہو سکا اور کس طرح حالات کا جبر ہمارے دینی نظام تعلیم کو متوازن بنانے میں حائل رہا۔

بہر حال مولانا مدنیؒ کا مرتب کردہ قدیم و جدید کا جامع نیا نصاب ہم البرہان کی خصوصی اشاعت کی صورت میں اہل علم، دینی مدارس اور خصوصاً دیوبندی علماء کرام کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں تا کہ وہ اس پر غور فرمائیں اور مناسب سمجھیں تو مولانا مدنیؒ کی اتباع میں اپنے مدارس کے موجودہ نصاب و نظام پر نظر ثانی فرمائیں۔ اس کی بعض عملی صورتوں پر ہم نے اس مضمون کے آخر میں بحث کی ہے۔

ہم نے پہلے بھی بارہا کہا ہے اور ایک بار پھر کہتے ہیں کہ ہم علماء کرام اور دینی مدارس کے خادم ہیں۔ ہم اگر دینی مدارس کے نصاب و نظام میں تبدیلی کی بات کرتے ہیں تو اسے دینی مدارس پر تنقید و تنقیص نہیں سمجھنا چاہیے بلکہ ہم چونکہ دینی مدارس سے محبت رکھتے ہیں لہذا انہیں معاشرے میں مزید موثر اور جامع کردار ادا کرتا دیکھنا چاہتے ہیں۔ پھر ہم کوئی نئی بات بھی نہیں کہہ رہے ہم تو یہ کہتے ہیں کہ علماء کرام کو موجودہ تعلیمی ثنویت ختم کر کے وحدت تعلیم کے اس نظام کی طرف لوٹ جانا چاہیے جس پر ہمارے اسلاف صدیوں عمل پیرا رہے ہیں اور معاشرے اور مسلم ریاست کے لیے رجال کار تیار کرتے رہے ہیں۔ **وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین۔**

ڈاکٹر محمد امین

لاہور جون ۲۰۱۳ء

عرضِ ناشر (طبع ثانی رنسخۂ سلہٹ)

تقاضائے زمانہ کے پیش نظر مدارس اسلامیہ کے نصاب تعلیم میں اصلاح وترمیم کی ضرورت عرصہ سے محسوس کی جارہی ہے مگر اس کے ساتھ یہ بھی ایک انتہائی افسوسناک واقعہ ہے کہ ارباب مدارس نے اس سلسلہ میں اب تک کوئی قابل ذکر عملی قدم نہیں اٹھایا جس کے پیچھے بظاہر یہ حسین جذبہ کارفرما ہے کہ اپنے بزرگوں کے وقت سے جاری شدہ نصاب تعلیم ہی میں خیر و برکت مضمر ہے اس سے سرموتجاوز کرنا کسی طرح مناسب نہیں لیکن ان کو اس کی خبر نہیں کہ جن بزرگوں کے وہ خوشہ چین ہیں خود ان کی نظر اس بارے میں کس قدر وسیع، ہمہ گیر اور ترقی پسند تھی، چنانچہ آج سے تقریباً چالیس سال پہلے شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ علیہ نے جو نصاب تعلیم خود ترتیب دے کر شائع فرمایا تھا اسے ایک نظر دیکھنے سے اس کا اعتراف کرنا پڑے گا کہ دراصل ہمارے اکابرین ہرگز جمود وتعطل اور عصری تقاضوں سے چشم پوشی کے روادار نہیں تھے۔

ملک کے موجودہ بدلے ہوئے حالات میں جب کہ نئے سرے سے مدارس کے نصاب تعلیم میں اصلاح وترمیم کی ضرورت واہمیت انتہائی شدت کے ساتھ محسوس کی جارہی ہے، ان ارباب مدارس کے لیے جنھوں نے محض پیشہ اور ذریعۂ معاش کے طور پر مدرسہ کا کاروبار اختیار نہیں کیا ہے، حضرت شیخ الاسلام کا مرتّبہ یہ نصاب نامہ یقینا مشعل راہ کا کام دے گا ، اگر چہ اس کی ترتیب پر یک طویل مدت گزر جانے کی وجہ سے بعض کتابوں کے انتخاب اور زبانوں کی حیثیت میں قدرے تغیر کی ضرورت ہوگی جس کی طرف خود حضرت شیخ نے بھی اشارہ فرمایا ہے تاہم اس میں بیان کردہ تعلیمی اصول وہدایات اور ضروری و عصری علوم وفنون کے اختیار کرنے کا ضابطہ آج بھی اسی طرح قابل تقلید ہے۔

اصلاح پسند ارباب مدارس سے ہم امیدوار ہیں کہ اب مزید پس وپیش کئے بغیر اس نادر تاریخی دستاویز کی روشنی میں نیا نظام تعلیم اختیا کر کے اسلامی تعلیمات کے سلسلہ میں ملک وملت کی صحیح خدمت انجام دیں گے اور مدرسہ میں تعلیم پانے والی نئی پود کو دینی اعتبار سے وقت کے نئے تقاضوں کی تکمیل کے لائق بنانے کی کوشش فرمائیں گے۔ **ان اريد الا الاصلاح ما استطعت، وما توفيقی الا بالله**

(الحاج گلزار میاں)
جنوری 1972ء

مقدمہ

از مولانا سید حسین احمد مدنیؒ

الحمدللہ رب العلمین و الصلوۃ و السلام علی سید المرسلین و آلہ و صحبہ و تابعیہ اجمعین

مواسم کی تبدیلی اگر پوشاک اور خوراک کے ردوبدل کی خواہاں ہے اور ممالک و اقطار علم کی مزاجی کیفیتوں کا اختلاف سکان کے احوال و عادت پر اثر رساں ہے۔ اور اگر مفید خزائن علمیہ کا تجدد الانفع فالانفع کو اختیار کرنے کا قانون بناتا ہے اور مختصرات و جوامع شروح جدید اور حواشی مفیدہ کا روز افزوں ذخیرہ متقدمین کی مسلمہ کتابوں کی جگہ لینے کی سنت زمانہ سلف سے دکھاتا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ زمانۂ موجودہ اور دیار ہندیہ میں ہم زمان اور مکان کی مختلف حادثہ اور قدیمہ ضرورتوں سے چشم پوشی کریں اور ان مفید اور انفع کتابوں کو فنون ضروریہ رائجہ میں قابل فروگزاشت سمجھیں جو کہ قدیم نصاب کی کتابوں سے نفع رسانی میں نہایت اعلیٰ شان رکھتی ہیں۔

ہم کسی طرح اس امر کو قابل عمل نہیں قرار دے سکتے کہ پرانی کتابیں صرف اس وجہ سے ہی ضروری ہیں کہ اسلاف کی تصنیف کردہ یا اسلاف کے زیر تدریس رہا کی ہیں۔ اور جدید تصنیف کردہ کتب صرف اس وجہ سے قابل ترک قرار دی جائیں کہ وہ زمانہ حال یا قریب کی تصنیف کی ہوئی ہیں یا اسلاف نے ان سے نفع نہیں اٹھایا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ امام محمد بن الحسن رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور اور غیر مشہور کتابوں پر صدر شہید رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف نے جالے کھینچ دیے۔ صاحب ہدایہ اور صدر الشریعہ وغیرہ کی تصانیف نے اپنے سے پہلوں کی تصانیف کو زوایا خمول میں نسیاً منسیاً کر دیا۔ کتاب سیبویہ اور مبرد وغیرہ کی تصانیف پر ابن حاجب اور مالک کی تصانیف قضاء بالموت کا حکم نافذ کرتی رہیں اور فارابی اور ابن سینا کی تالیفات پر تصانیف میرزاہد و محب اللہ بہاری وغیرہ پردہ ڈالتی رہیں۔

اگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلقات تحریر یہ قرار دیتے ہیں کہ زید بن ثابتؓ کو زبان عبرانی سیکھنے کا حکم فرمائیں اور اگر ملوک عجم کا کسی خط کو بلامہر قابل اعتبار نہ سمجھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آمادہ کرتا ہے کہ انگشتری اور مہر تیار کرائیں تو ہم کو زمانۂ موجودہ پر نظر ڈالتے ہوئے اجنبی زبانوں اور فنون وغیرہ کے سیکھنے اور سکھانے کو یک قلم پس انداز کر دینا کسی طرح مناسب نہ ہوگا۔ مذہبی حیثیت بھی مثل معاشی ضرورتوں کے تقاضا کرتی ہے کہ اقوام عالم کی زبان ان کے رسم و رواج اور ان کے علوم وفنون وغیرہ سے

واقفیت حاصل کی جائے۔

مذکورہ بالا امور اور اس قسم کے مختلف اور متعدد وقائع عرصہ دراز سے مجھ کو پریشان کر رہے تھے کہ موجودہ اور رائجہ نصاب زمانۂ حال میں قابلِ اصلاح وترمیم ضرور ہے مگر زمانہ نے مجھ کو اب تک مہلت نہ دی۔

میں نے ایام تعلم و استفادہ میں دیوبند کا نصاب تعلیم (جس کا بڑا حصہ درس نظامی کا خوشہ چین ہے) اپنے لیے معراج ترقی اور مسلم زندگی قرار دیا۔ اور حسب استعداد وقابلیت بڑے درجہ تک اس سے فیض یاب ہوا مگر مدینہ منورہ میں مجھ کو جامعہ ازہر (مصر) اور استنبول بخارا وغیرہ کے نصابوں سے سابقہ پڑا۔ پھر زندگانی کے مختلف شعبوں پر غور وخوض کرنے کی نوبت بھی آئی۔ مختلف ممالک اور متعدد حکومتوں کے احوال نظر سے گزرے۔ اسکولوں اور کالجوں کے نصابوں پر بھی بڑے درجہ تک عبور پہلے سے حاصل تھا۔ زمانۂ حال کی مختلف اسلامی یونیورسٹیوں (جامعہ عثمانیہ دکن، جامعہ ملیہ قرول باغ دہلی، ندوۃ العلماء وغیرہ) کو بھی زیر نظر لانے کی نوبت آئی حتی۔ الوسع احباب واکابر، اصحاب الرائے اور ارباب تجربہ سے مشوروں کی نوبت بھی بارہا آئی۔ بالآخر یہ موجودہ نصاب انتخاب اور غور وتدبر کے بعد قوم کے سامنے پیش کرنے کا فخر حاصل کرتا ہوں۔

اس میں شک نہیں کہ تعلیمی حالت پر پوری روشنی ڈالنا اور مکمل اصلاح وترمیم مجھ جیسے ناواقف اور کم مایہ طالب علم کا کام نہیں مگر جبکہ اکابر قوم کو اس طرف کما حقہ توجہ نہیں تو پھر کم مایہ اشخاص ہی کو قدم بڑھانا پڑتا ہے۔ ملک میں مختلف جماعتیں موجود ہیں جنہوں نے بعض امور کو اپنا مطمع نظر بنا کر دوسرے ضروری مقاصد کو بالکل پس پشت ڈال دیا ہے مگر اس نصاب میں اپنی فہم وتجربہ کی بناء پر وہ صحیح راستہ اختیار کیا گیا ہے جو کہ مسلمانوں کو اصلی اور حقیقی کامیابی کے بام ترقی پر پہنچانے والا ہے۔ اگرچہ نصاب سے یہ مقصد نہیں ہوتا کہ طلباء کو حافظ فنون وعلوم بنایا جائے بلکہ ایک ایسی استعداد اور قابلیت پیدا کرنی مقصود ہوتی ہے جس سے وہ جملہ ضروری فنون میں پوری قوت پیدا کرلیں تاکہ ضرورت یا تکمیل کے وقت ان کو کوئی نقصان سدراہ نہ ہوسکے مگر تاہم ان کو بہت سے فنون اور بہت سی اہم تر کتابوں اور اعمال سے دوچار ہونا ضروری ہے تاکہ یہ ملکہ راسخہ حاصل ہو۔

میں ابھی تک محسوس کررہا ہوں کہ ہم ہندوستانی مسلمانوں کے لیے دائرۂ تصنیف وتالیف غیر مکمل ہے

اور موجودہ کتابیں ہماری ضرورتوں کے لیے ایک درجہ تک ہماری زبان میں ناکافی ہیں مگر تاہم انشاء اللہ یہ نصاب اگر اکابر قوم نے پسند فرمایا اور رائج کیا تو مجھ کو قوی امید ہے کہ ہمارے قوم و ملک میں اچھے اچھے اشخاص پیدا ہو سکیں۔

میں نے اگرچہ یہ نصاب تمام قطر ہند کے لیے تیار کیا ہے مگر چونکہ صوبہ بنگال کے اکابر و عمائد کی خدمات عالیہ میں اولاً پیش کرنے کا مجھ کو فخر حاصل ہوا ہے اس لیے میں نے بنگلہ زبان اور یہاں کے طرز کو خاص طور پر ملحوظ رکھا ہے۔ دوسرے صوبہ میں اس کا تغیر حسب مکان نہایت آسانی سے ہو سکے گا۔

آخر میں اپنی بضاعت مزجاۃ اکابر قوم کے سامنے پیش کرتے ہوئے غلطیوں کی معافی اور اصلاح کی درخواست پیش کرتا ہوں اور اگر پسند خاطر ہو تو دعا اور ترویج کا خواستگار ہوں۔

والسلام

میں ہوں آپ کا خادم،

ننگ اکابر،

حسین احمد غفرلہ

دینی مدارس کے لیے نئے نصاب کے
اصول وقوانین کلیہ

۱۔ چونکہ یہ نصاب صوبہ بنگال اور آسام کے مسلمانوں کے لیے ہے اس لیے اس میں بنگلہ زبان میں تحریری اور تقریری ترقی کو خاص اہمیت دی گئی ہے۔ دوسرے صوبوں والے بجائے بنگلہ کے اپنے صوبہ کی اس زبان کو جو سوائے اردو کے اپنی استقلالی شان رکھتی ہو قائم کریں۔

۲۔ نصاب میں علوم دینیہ اور فنون عربیہ کو نہایت زیادہ قابل توجہ قرار دیا گیا ہے اور حتی الوسع عربیٔ قدیم کی تعلیم اور اس کی مفید کتابوں اور فنون کو اسی طرح محفوظ رکھا گیا ہے جس طرح پہلے سے چلی آتی ہیں اس لیے یہ کوئی نئی اسکیم نہیں ہے بلکہ وہی پرانی اسکیم ہے—ہاں پرانی اسکیم میں جن فنون اور جن کتابوں کی کمی تھی اور زمانۂ موجودہ میں ان کی اشد ضرورت محسوس ہوئی ان کو بھی نہایت تھوڑے تغیر سے داخل نصاب کر دیا گیا ہے۔

۳۔ اس نصاب کے تین حصے کر دیے گیے ہیں جن کے لیے مجموعی حیثیت سے سولہ برس کی مدت ضروری خیال کی گئی ہے اوّل مکتب (مدرسۂ ابتدائیہ) دوم مدرسہ ثانویہ (جونیئر) اور سوم مدرسہ عالیہ (سینئر)۔

۴۔ مکتب (حصہ ابتدائیہ) کی تعلیم تین سال قرار دی گئی ہے اس میں وہ فنون اور کتب واعمال رکھے گئے ہیں جو کہ ہر مسلمان کے لیے بحیثیت مذہب وانسانیت نہایت ضروری ہیں۔

۵۔ مدرسہ ثانویہ (جونیئر) اس کی مدت تعلیم ۵ سال قرار دی گئی ہے۔ اس درجہ میں ان علوم وفنون والسنہ و کتب وغیرہ کو تجویز کیا گیا ہے جو کہ مذہبی ودنیاوی زندگی کی ضروری آسانیاں پیدا کرنے والے ہیں۔

۶۔ درجہ عالیہ (سینئر) اس کی مدت تعلیم آٹھ سال رکھی گئی ہے۔ اس کا عنصر غالب فنون عربیہ اور علوم دینیہ کا اہم اور مفید ذخیرہ ہے۔ رائج الوقت نظام تعلیم ہر جگہ اس ذخیرہ میں ناقص ہے۔ کوشش بلیغ کی گئی ہے کہ ہر قسم کی کمی کو حتی الوسع زائل کیا جائے۔

۷۔ موجودہ نظام تعلیم جو کہ تمام بنگال وآسام میں رائج ہے علم حدیث وتفسیر کو ضروری اور تعلیم اسلامی کا عضو رئیس نہیں سمجھتا ورنہ اس فن کو تکمیل (ٹائٹل) میں داخل نہ کرتا حالانکہ یہ علوم نہایت ضروری اور اہم بلکہ

مقاصد ذاتیہ میں سے ہیں۔ دوسرے فنون فقط آلات اور خدمت گزار ہیں۔ درس نظامی میں بھی بہت سے علوم کو ضرورت وقت سے زیادہ اہمیت دی گئی ہے جو کہ ضیاع عمر کا باعث اور خسارہ دین و دنیا کا سبب ہے اور بہت سے ضروری فنون و کتب سے چشم پوشی بھی گوارا کرنے کی بدنمائی اس میں موجود ہے اس لیے حدیث اور تفسیر وغیرہ کو اسی درجہ میں داخل کیا گیا ہے۔

۸۔ اس نصاب کا ہر درجہ تقریباً مستقل اور اپنی اپنی اغراض میں دوسرے حصوں سے مستغنی ہے اس لیے مکتب (درجہ ابتدائیہ) سے فارغ ہو کر بچے اگر تعلیم سے علیحدہ ہو جائیں یا سکولوں اور کالجوں میں داخل ہو جائیں تو ان کو مکتب کے مقاصد میں کوئی نقصان سدراہ نہ ہوگا اور علی ہذا القیاس درجہ ثانویہ اور عالیہ ہر ایک مستقل طور پر فیض رساں ہیں۔

۹۔ اس نصاب میں پانچ زبانوں کی تعلیم کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ بنگلہ (صوبہ کی زبان) اردو، فارسی، انگریزی، عربی مگر اوّل الذکر (بنگلہ) کو بوجہ صوبہ کی زبان ہونے کے اور آخر الذکر (عربی) کو بوجہ مذہبی اور علمی زبان ہونے کے زیادہ تر اہمیت دی گئی ہے۔ باقی ماندہ السنہ ثلاثہ (اردو، فارسی اور انگریزی) کو بقدر ضرورت لازم کیا گیا ہے۔ البتہ اردو زبان چونکہ ہندوستان میں مسلمانوں کی مشترکہ زبان ہے اور علمی زبان ہونے کا فخر بھی حاصل کر چکی ہے اس لیے اس کا مرتبہ بہ نسبت باقی ماندہ ہر دو زبانوں (فارسی و انگریزی) کے اعلیٰ رکھا گیا ہے۔ پھر انگریزی چونکہ حکومت کی زبان ہے اور بہت سے وہ دنیاوی کاروبار جن سے کوئی شخص تا زیست مستغنی نہیں ہوسکتا اس سے متعلق ہیں اس لیے اس کو فارسی زبان پر فوقیت دی گئی ہے۔

۱۰۔ اس نصاب میں قرآن شریف سے قوی تعلق پیدا کرنے کی زیادہ تر کوشش کی گئی ہے تا کہ طلباء کا کوئی زمانہ قرآن شریف سے اجنبیت نہ رکھے اور یہ امر نہایت قوی ذریعہ ان کو معانی قرآن اور تفسیر کے سمجھنے اور اس کے رنگ سے قلوب کو رنگین کرنے کے لیے ہو سکے۔ افسوس ہے کہ رائج الوقت نصاب میں اس کی طرف سے بہت زیادہ ہی بے توجہی برتی گئی جس کا بدنما نتیجہ مخفی نہیں ہے۔

۱۱۔ اس نصاب میں علم تاریخ، ادب عربی، علم حدیث کو بھی نسبت دیگر فنون کے زیادہ اہمیت دی گئی ہے جس کی وجہ ارباب بصیرت پر مخفی نہیں۔

۱۲۔ طلباء کو واقعات زمانہ اور اخبار پر مطلع ہونا، اخبار بینی سے دلچسپی پیدا کرنا، مضامین لکھنے اور ان کی اشاعت وغیرہ کی مہارت حاصل کرنا، ابنائے زمانہ کی آراء اور ان کی ذہنیتوں کا احاطہ کرنا وغیرہ وغیرہ چونکہ نہایت ضروری امور ہیں اس لیے ہر مدرسہ میں دارالمطالعہ ہونا ضروری ہے۔ جس میں ہر قسم کے اخبار اور ماہواری رسائل وغیرہ موجود رہا کریں اور وقت معین پر طلباء جا کر چپ چاپ بیٹھ کر ان کا مطالعہ کریں۔

۱۳۔ دارالمطالعہ کے لیے روزانہ ہر طالب علم (درجہ عالیہ و سافلہ کا) آدھ گھنٹہ صرف کیا کرے جس میں سے پاؤ گھنٹہ اوقات نظام سے ہوگا اور پاؤ گھنٹہ اوقات تعطیل نماز میں سے۔

۱۴۔ دارالمطالعہ میں ہنسی مذاق، شور و شغب، گفتگو وغیرہ سب ممنوع ہوں گے۔

۱۵۔ درجہ ثانویہ اور عالیہ کے طلباء کے لیے لازم ہوگا کہ مذکورہ ذیل دستکاریوں میں سے ایک یا چند دستکاری سیکھیں جس کے تعین میں ان کو اختیار ہوگا:

چرخہ چلانا اور کپڑا بننا، حدادی (لوہے کا کام)، نجاری (بڑھئی کا کام)، خیاطت (کپڑا سینا)، گھڑی سازی، جلد بندی، چمڑا رنگنا، بوٹ وغیرہ بنانا اور صیاغت (سونار کا کام) وغیرہ وغیرہ۔

۱۶۔ اس نصاب میں انگریزی زبان کو صرف اس درجہ تک ملحوظ رکھا گیا ہے جس سے ضروری کاروبار انجام پا سکیں۔

۱۷۔ اس نصاب میں فنون کو حتی الوسع ملکی زبان میں تعلیم دینے کی کوشش کی گئی ہے البتہ عربی علوم وفنون کو مختلف مصالح کی بناء پر عربی زبان میں ہی تعلیم دینا ضروری خیال کیا گیا ہے۔

۱۸۔ عربی زبان کے سوا اور دوسری زبانیں محض بحیثیت زبان تعلیم دی جائیں گی۔

۱۹۔ عالیہ اور سافلہ میں کچھ ایسی آسان کتابیں رکھی گئی ہیں جو کہ درسیات میں شمار نہ ہوں گی مگر طلباء ان کو مطالعہ کر کے مضامین کے یاد کرنے کے مکلف ہوں گے اور امتحان میں ان کا پورا لحاظ رکھا جائے گا۔ ایسی کتابوں کو خانہ درسیات کے آخر میں بین القوسین ذکر کیا گیا ہے۔

۲۰۔ عالیہ اور سافلہ کے درجات میں حسب حیثیت مذکورہ نصاب تحریر اور تقریر کی مشق کرنی لازم ہوگی۔

۲۱۔ ہر زبان کی تعلیم کے ساتھ اس کے املاء اور کتابت کا درست کرنا ضروری ہوگا اور ہر زبان کی خوش

نویسی کا امتحان مستقل اور علیحدہ ہوگا۔

۲۲۔ روزانہ عالیہ اور سافلہ کے طلباء کو ضروری ہوگا کہ وہ ان جسمانی فنون و اعمال کی عصر کے بعد مشق کیا کریں جن سے صحت جسمانی پر نہایت مفید اثر پڑے اور فن سپہ گری بھی ہاتھ آئے جیسے پٹہ، گدکا، لکڑی، بنوٹ اور تلوار وغیرہ۔

۲۳۔ طلباء کی حاضری اور ان کے اخلاق کا خاص طور سے لحاظ رکھا جائے گا اور ہر دو امر کے متعلق مدرسین اور منتظمین کی شہادت پر ان کو خاص نمبر اور انعام سالانہ دیا جائے گا۔

۲۴۔ اس نصاب کے بعد تکمیل کے درجات ہوں گے جن میں مختلف شعبوں اور زبانوں کی تکمیل کا لحاظ کیا جائے گا مثلاً شعبہ تبلیغ، شعبہ تعلیم (ٹریننگ) وغیرہ۔ انہی درجات تکمیل میں فتاوی، ادبیات عربیہ، ادبیات بنگلہ، ادبیات اردو، ادبیات فارسی، ادبیات انگریزی، الجبرا ہندسہ و ریاضی (جیومیٹری)، علم طب، علم قرأۃ، فلسفہ قدیم وجدید، منطق اور تفسیر وغیرہ کی تکمیل کا لحاظ کیا جائے گا مگر ان کی تفصیل اس نصاب میں بالفعل نہیں دی گئی۔ آئندہ اس کے جاری اور منظم ہوجانے پر اس کی بھی اسکیم تیار کی جائے گی۔

۲۵۔ ہر تین برس میں اس نصاب پر غور کرنا ہوگا۔ اور حسب ضرورت واقتضائے وقت وتجربہ ضروری اصلاحات اور ترمیمات عمل میں لانا ہوں گی۔

۲۶۔ اس نصاب میں اندازہ کیا گیا ہے کہ سال بھر میں تقریباً ساڑھے سات مہینے تعلیم میں خرچ ہوں گے یعنی سالانہ تعطیل اور ہفتہ وار تعطیل اور ایام امتحان کو منہا کر دینے کے بعد جو زمانہ بچتا ہے وہ تعلیم کا خاص زمانہ ہے۔

۲۷۔ اس نصاب میں جو کتابیں غیر معروف ہیں اور ہر جگہ دستیاب نہیں ہوتیں ان کا پتہ لکھ دیا گیا ہے تاکہ ان کے منگوانے میں دقت نہ ہو۔

قوانین وضوابط وہدایات برائے منتظمین ومدرسین

۱۔ تدریس کا ابتدائی سال نصف ماہ شوال سے شروع ہوگا۔ اور انتہاء نصف شعبان پر ہوگی۔ اوّل شعبان سے سالانہ امتحان ہوگا۔

۲۔ روزانہ تدریس چھ گھنٹے ہوگی مگر ہر گھنٹہ پچاس منٹ کا شمار کیا جائے گا۔

۳۔ تدریس ہمیشہ دس بجے سے لے کر چار بجے تک ہوا کرے گی۔ مگر ایام کی چھوٹائی اور بڑائی کے لحاظ سے حسب ضرورت درس کے گھنٹے کو مقدم اور مؤخر کیا جائے گا۔

۴۔ درمیان میں ظہر کے وقت نماز اور وضو اور جماعت کے لیے ۴۰ منٹ چھٹی دی جائے گی مگر طلبہ کو آدھ گھنٹہ میں نماز سے فارغ ہوکر باقی وقت دار المطالعہ میں صرف کرنا ہوگا۔

۵۔ علاوہ ہفتہ کے وقت میں ڈیڑھ گھنٹہ تقریر کرنے کے طلباء کو جمعہ کے دن بعد از جمعہ مزید تقریر، مناظرہ، وعظ کی مشق کرنی ہوگی۔

۶۔ جمعرات کے دن آخری وقت میں ڈیڑھ گھنٹہ طلباء کو جماعت بندی کے ساتھ تقریر کرائی جائے گی۔

۷۔ درمیان سال میں فقط عید الضحیٰ کے چھ دن اور عاشورا کے دو دن کی تعطیل ہوا کرے گی۔

۸۔ ہفتہ میں صرف جمعہ کے دن تعطیل ہوا کرے گی۔

۹۔ رعایتی رخصت بضرورت صرف تین دن ماہوار دی جاسکتی ہے۔

۱۰۔ منتظمین کو کوشش کرنا چاہیے کہ طلباء سب کے سب ایک جگہ رہیں اور ان کے کھانے وغیرہ کا انتظام ایک ہی جگہ ہوا کرے۔ جاگیروں میں اور دور دور رہنے سے وقت بہت ضائع ہوتا ہے۔ اخلاقی تاثیر جو روح رواں تعلیم کی ہے ایسی حالت میں اساتذہ کی ارواح وقلوب سے بہت کمزور ہوجاتی ہے۔ اجانب اور غیر اشخاص کی مصاحبت سے بہت زیادہ خطرناک اور زہریلا اثر طلباء پر ہوتا ہے۔

۱۱۔ مدرسین کو لازم ہے کہ اپنی وضع قطع علمی اور روحی کیفیات ایسی بنائیں جس کا نہایت عمدہ اثر طلباء پر پڑے اور حتی الوسع نہ صرف ممنوعات ومکروہات سے اپنے آپ کو محفوظ رکھیں بلکہ مواقع تہمت اور لایعنی امور سے بھی اسی طرح گریزاں رہیں جس طرح سانپ اور بچھو سے گریزاں رہتے ہیں۔ طلباء کی اخلاقی

اصلاح کی ذمہ داری مدرسین اور صرف مدرسین ہی پر ہے۔

۱۲۔ تعلیم کے اوقات میں پوری کوشش کریں کہ طلباء مضامین کتاب کو بخوبی سمجھ لیں مگر تقریر کو اس قدر طویل نہ کیا جائے جس سے وقت بھی ضائع ہو اور طلباء کے اذہان احاطہ سے قاصر رہیں نفس مطلب اور ضروری متعلقات پر اختصار کریں۔

۱۳۔ مدرسین پر لازم ہے کہ وہ طلبہ کی طرف سے تغافل کو کسی طرح روانہ رکھیں اور ان کی تعلیمی جانچ پڑتال اور خبر گیری رکھتے ہوئے اخلاقی حالات کو بھی ہمیشہ زیر نظر رکھیں اور ہمیشہ حکمت اور موعظہ حسنہ سے ان کی اصلاح کرتے رہیں۔

۱۴۔ ماہوار یا کم از کم ہر سہ ماہی میں طلباء کا امتحان لیا جائے۔

۱۵۔ طلباء کی حاضری کا پورا خیال رکھا جائے، ان کو ڈھیل ہرگز نہ دی جائے اور منتظمین اس کا خیال رکھیں کہ کہیں وہ مجامع غیر جائزہ اور افعال ناشائستہ کے مرتکب تو نہیں ہوتے۔

۱۶۔ طلبہ کو جلدی جلدی اپنے اوطان کو جانے اور ناغہ کرنے سے بھی برابر روکا جائے۔

۱۷۔ مدرسہ میں کتب خانہ ہونا ضروری ہے جس میں کتب درسیہ اور ان کے شروح وحواشی مکمل طریقہ پر موجود ہوں تاکہ مدرسین اور طلباء بوقت ضرورت استفادہ کر سکیں۔

۱۸۔ مدرسہ میں دارالمناظرہ ہونا ضروری ہے جس میں مناظرہ کے متعلق ہر مذہب کی کتابیں اور ان کے ردوالی کتابیں موجود ہوں تاکہ طلباء مشق مناظرہ کے لیے ان سے مدد حاصل کر سکیں۔

۱۹۔ مدرسین کو لازم ہے کہ کتابوں کا اچھی طرح مطالعہ کر کے پڑھایا کریں اور طلباء کو صحیح مطالب سہل طریقہ پر سمجھایا کریں۔

۲۰۔ جہاں تک ممکن ہو مدرسین اور منتظمین طلباء پر سختی روانہ رکھیں اور ان کو ترغیب اور طمع دے کر شدت اجتہاد اور ترقی کے میدان میں گامزن کریں۔

۲۱۔ چھوٹے بچوں پر زیادہ تر شدت اور مار پیٹ کی بوچھاڑ نہ کی جائے بلکہ ان کو لطائف حیل سے تعلیم کا گرویدہ بنالیا جائے۔

۲۲۔ طلباء کے افکار و ارواح میں مثل مذہبیت، قومیت اور وطنیت کی روح بھی پھونکنی نہایت ضروری ہے

اس لیے مدرسین اور منتظمین کو اس کا بہت زیادہ خیال رکھنا چاہیے اور اپنی علمی اور قولی سرگرمیوں سے ان پر پورا مگر گہرا اثر ڈالنا چاہیے۔

۲۳۔ مدرسین اور منتظمین کو خصوصاً اور طلباء کو عموماً ہمیشہ کھدر پہنتے ہوئے خیال رکھنا چاہیے کہ وہ علی الدوام اس کوشش میں رہیں کہ جہاں تک ہو سکے اپنی وطنی اشیاء کو استعمال میں لائیں۔

۲۴۔ بنگلہ، انگریزی، جغرافیہ، سائنس جدید، حساب، مساحت، اقتصادیات، سیاسیات، تواریخ، اقلیدس، نقشہ نویسی وغیرہ کے لیے ایسے ماسٹر رکھے جائیں جو ان فنون اور ان کے طرز تعلیم سے بخوبی واقف ہوں اور جب تک کہ عربی تعلیم یافتہ ایسے افراد ہاتھ نہ آئیں جو کہ ان فنون کے جامع ہوں جب تک یہی کارروائی جاری رہے۔

۲۵۔ قرآن شریف کی تعلیم کے لیے ایسا استاد ہونا ضروری ہے کہ جو تجوید سے اچھی طرح واقف ہو تا کہ ابتداہی سے بچوں کو عملی طریقہ پر تجوید کی مشق کراتا ہوا قرآن پڑھا سکے۔ تجوید سے ناواقف شخص جو کہ باقاعدہ اداء حروف وکلمات نہیں کر سکتا ہرگز مدرس نہ مقرر کیا جائے۔

۲۶۔ ایک ایسا استاد بھی مدرسہ میں ہونا ضروری ہے جو کہ وقت معین پر روزانہ طلباء کو فنون سپہ گری کی مشق کرایا کرے تا کہ پٹہ، بنوٹ، لکڑی تلوار وغیرہ فنون آسانی سے اور جلد طلبہ کے ہاتھ میں آجائیں اور ان کی صحت بھی درست رہے۔

۲۷۔ جو فنون بلا مشق مکمل نہیں ہو سکتے ان میں تمرین اور مشق کا پورا اور بہت زیادہ خیال رکھا جائے جیسے حساب، مساحت، صرف ونحو وغیرہ وغیرہ۔

۲۸۔ ہر مدرسہ میں شعبۂ حفظ قرآن ضرور ہونا چاہیے۔ جو بچے قرآن حفظ کریں ان کی ترغیب کا بھی کوئی خاص طریقہ ہونا چاہیے اور درجہ ابتدائیہ میں ان کے لیے دوسرے فنون میں تخفیف کر دی جائے اور بجائے تین سال ان کو پانچ سال دیئے جائیں۔

۲۹۔ تمام طلباء کی وردی (یونیفارم) ایک ہونی چاہیے یعنی ترکی ٹوپی یا کھدر کی محمد علی کیپ اور سیاہ کھدر کی شیروانی اور سفید کھدر کا پاجامہ۔ جب تک وہ مدرسہ میں رہیں ان پر لازم وواجب ہوگا کہ اس لباس میں رہیں۔

۳۰۔ علماء ومدرسین کو اوقات تدریس میں عمامہ اور عبا یا وجبہ کا استعمال ضروری ہے جن کا کھدر کا ہونا لازم

ہوگا۔

۳۱۔ طلباء کی وردی پر سنہرے یا دوسرے قسم کے کلابتوں یا ریشم سے ان کا درجہ اور سال گلے کے کالر یا بازو کی آستین پر ثبت ہونا چاہیے۔

اصول نصاب درجہ ابتدائیہ

۱۔ بچوں کو پانچ برس کی عمر سے پہلے داخل نہ کیا جائے۔

۲۔ ایک عمر کے بچوں کی بحسب عمر جماعت بندی کی جائے یعنی پانچ سے سات برس کی عمر والوں کی ایک جماعت ہو اور سات سے نو تک کی دوسری جماعت ہو اور علی ہذا القیاس نو سے گیارہ تک کی ایک جماعت ہو۔ یہ تقسیم ہر سال کے بچوں میں ہونی چاہیے۔

۳۔ ہر جماعت کے بچے اگر ایک ہی درجہ میں پڑھتے ہوں تو علیحدہ علیحدہ رکھے جائیں، ان کو آپس میں مخلوط نہ ہونے دیا جائے۔

۴۔ چھوٹے بچوں کو ابتداءً مکتب کے تقید کا عادی بنایا جائے اور نہایت نرمی سے ان کو پڑھایا جائے۔

۵۔ ابتدائی سال میں تعلیم فقط چار گھنٹہ دی جائے البتہ اگر بچے سمجھدار اور عمر والے ہوں تو ان کو تعلیم چھ گھنٹہ دی جائے اور اگر وسط سال میں وہ اس قابل ہوجائیں کہ سال ثانی میں داخل ہوسکیں تو مقامی مدرس ان کی ترقی دیکھ کر سال ثانی میں داخل کردے۔

۶۔ بچوں کا امتحان ہر ششماہی میں لیا جائے اور سمجھدار ذکی الطبع لڑکوں کو جلد جلد ترقی کا موقع دیا جائے۔ ان کی عمر سال بھر کی تعلیم کے لیے ضائع نہ کردی جائے۔

۷۔ جو بچے کم سنی یا بلادت کی وجہ سے جلد ترقی نہیں کر سکتے ان کو بجائے تین سال حسب حیثیت زیادہ مدت مکتب میں خرچ کرنی ہوگی۔

۸۔ مدرسوں پر لازم ہے کہ بچوں پر ہمیشہ سختی نہ کیا کریں بلکہ ان کو رتبہ وغیرہ کا لالچ دے کر تعلیم و تعلم کا خوگر اور محنت و مشقت کا عادی بنایا جائے۔

۹۔ بچوں کو روزانہ پریڈ کی مشق کرائی جائے تاکہ ان کی صحت محفوظ رہے اور اس وجہ سے ان کے قلوب پر پڑھنے اور تقید کا اضمحلال نہ پڑے اور قواعد اجتماعی وجنگی کی مہارت ہو۔

۱۰۔ یہ پریڈ اردو یا صوبہ کی زبان میں ہونی چاہیے۔

۱۱۔ قواعد (پریڈ) روزانہ درمیانی مدت میں ہونی چاہیے۔

۱۲۔ بچوں کو نماز جماعت جمعہ وغیرہ کی عملی تعلیم بھی ہونا ضروری ہے۔ جس وقت نماز ظہر کی تعطیل ہوا کرے یا دینیات کے گھنٹہ میں ان کو یہ مشق کرائی جائے۔

۱۳۔ بچوں کو صوبہ کی زبان اور اردو پڑھاتے ہوئے تختی (لوح) پر لکھنے کی ابتدا ہی سے مشق کرانی چاہیے تاکہ جلد ترقی کرسکیں۔

۱۴۔ بچوں کو حساب اور گنتی صوبہ کی زبان میں سکھانا چاہیے۔

۱۵۔ جغرافیہ اور نقشہ بھی اگر صوبہ کی زبان میں پایا جائے تو اسی میں سکھایا جائے۔

اصول مخصوصہ نصاب تعلیم ثانوی (جونیئر) مکتب رشیدیہ

۱: اس مکتب میں مقدار تعلیم ۳۶ گھنٹہ رکھی گئی ہے۔

۲: انگریزی کی مفید کتابیں حسب انتخاب ماسٹر جاری کی جائیں گی۔

۳: انگریزی، بنگلہ اور اردو زبانوں کی تعلیم میں مدرسین کو چاہیے کہ اس کے گھنٹہ میں املاء اور کتابت بھی سکھائیں۔

۴: فارسی میں اردو سے ترجمہ کرنا اور اسی طرح بنگلہ سے اردو اور فارسی سے ترجمہ کرنا بھی سکھلایا جائے۔

۵: سال ثالث اور اس کے بعد سے انگریزی میں بھی اردو اور بنگلہ سے ترجمہ اور تحریر کرائی جائے۔

۶: سال ثانی سے بنگلہ زبان میں مضمون (آرٹیکل) لکھا جائے اور تقریر بنگلہ کی مشق شروع کی جائے۔

۷: سال رابع سے اردو میں آرٹیکل لکھائے جائیں اور تقریر اردو کی مشق کرائی جائے۔

۸: سال خامس میں انگریزی کے مختصر مختصر آرٹیکل لکھائے جائیں اور تقریر انگریزی کی مشق کرائی جائے۔

نصاب درجہ ابتدائی (مکتب)

مقدار زمانی	دروس	کیفیت اور کتب دروس کے ملنے کی جگہ	اوقات ہفتہ وار
سال اول (الف)	قاعدہ عربی معہ نصف پارہ عم معہ تجوید عملی۔ قاعدہ بنگلہ اور پہلی کتاب بنگلہ (مکتب برنا شکھا) مصنف مزمل حق صاحب۔ گنتی لکھنا اور یاد کرنا وضو اور نماز عملی پریڈ	اس درجہ میں تعلیم فقط ۴ گھنٹہ روزانہ ہوگی اور ایک گھنٹہ روزانہ عملی دینیات اور پریڈ میں صرف کیا جائے۔	عربی ۱۲ گھنٹہ، بنگلہ ۶ گھنٹہ، گنتی و حساب ۶ گھنٹہ، دینیات عملیہ ۳ گھنٹہ، پریڈ ۳ گھنٹہ
سال اول (ب)	بقیہ پارہ عم و الم معہ تجوید عملی، قاعدہ تعلیم الاسلام اور تعلیم الاسلام حصہ اول معہ کتابت۔ مکتب ریڈر بنگلہ حصہ اول مصنفہ تفضّل حسین صاحب معہ کتابت گنتی اور پہاڑے دس تک۔ نماز کی عملی تعلیم پریڈ۔	تعلیم الاسلام اور قاعدہ مصنفہ مولانا کفایت اللہ صاحب از کتب خانہ رحیمیہ، سنہری مسجد دہلی۔ اس درجہ میں تعلیم ۵ گھنٹہ روزانہ ہوگی۔ نماز کی عملی تعلیم نماز کے وقت کی تعطیل میں ہوگی۔	عربی ۹ گھنٹہ، اردو و دینیات ۶ گھنٹہ، بنگلہ ۶ گھنٹہ، حساب ۶ گھنٹہ، نماز کی عملی تعلیم ۳ گھنٹہ، پریڈ ۳ گھنٹہ۔
سال ثانی	پارہ سیقول تا نصف قرآن۔ تعلیم الاسلام حصہ دوم۔ اردو کی پہلی کتاب معہ کتابت۔ بنگلہ کی تیسری کتاب (مکتب ریڈر ۲) جمع، تفریق، ضرب، تقسیم بسیط رسالہ ہمارے نبی ؐ۔ پریڈ۔	رسالہ ہمارے نبیؐ جامعہ ملیہ قرول باغ دہلی سے ملتا ہے۔ دینیات کے وقت میں تعلیم الاسلام حصہ دوم اور رسالہ ہمارے نبیؐ اور نماز کی عملی تعلیم ہونی چاہیے۔	عربی ۹ گھنٹہ، بنگلہ ۶ گھنٹہ، دینیات ۶ گھنٹہ، حساب ۶ گھنٹہ، اردو ۴ گھنٹہ، پریڈ، ۳ گھنٹہ

سال ثالث	بقیہ قرآن شریف معہ تکرار قرآن - رسالۂ جمال القرآن در تجوید - تعلیم الاسلام نمبر ۲ و ۴ اردو کی دوسری اور تیسری کتاب معہ املاء و کتابت - بنگلہ کی چوتھی کتاب (مکتا پار) مصنف افضل النساء - خاتون معہ املاء و کتابت - جمع تفریق ضرب بسیط و مرکب جغرافیہ صوبہ، خاتم الانبیاء، پریڈ۔	۱- جغرافیہ صوبہ کی زبان میں ہونا چاہیے۔ ۲- یہ رسالہ کتب خانہ دارالاشاعت دیوبند ضلع سہارنپور سے ملتا ہے۔	عربی معہ تجوید ۷ گھنٹہ - دینیات معہ سیرۃ ۹ گھنٹہ۔ اردو ۶ گھنٹہ، حساب ۶ گھنٹہ، جغرافیہ ۳ گھنٹہ، پریڈ ۳ گھنٹہ۔

نصاب تعلیم ثانوی (جونیئر) مکتب رشدیہ مدت تعلیم ۵ سال

مقدار زمانی	کتب درسیہ	تقسیم اوقات ہفتہ	کیفیت ومواقع کتب
سال اول	ترجمہ قرآن شریف حضرت شیخ الہند مرحوم ۵ پارہ ابتدائیہ، رسالہ علم الفقہ نمبر ا و ۲ تا نصف مصنفہ مولوی عبدالشکور صاحب، رحمۃ للعالمین جلد اوّل ، فارسی کی پہلی کتاب معہ وبستان دانش، مصدر فیوض تا مصادر، جغرافیہ ہند معہ مشق نقشہ۔ بنگلہ کی پانچویں کتاب (سول سہاتھا) مصنفہ قاضی امداد الحق صاحب معہ تحریر کنگ پرائمر و فسٹ ریڈر انگریزی۔ مقسوم علیہ اعظم و ذواضعاف اقل وغیرہ۔ قواعد اردو نمبر ا، ۲ مصنفہ منشی محمد اسماعیل میرٹھی۔ نقشہ نویسی ظروف، (ڈرائنگ) مسدس حالی اورنگزیب مصنفہ شبلی نعمانی برائے مطالعہ۔	ترجمہ قرآن شریف ۳ گھنٹہ ، دینیات ۳ گھنٹہ، سیرۃ وتواریخ ۳ گھنٹہ، فارسی ۵ گھنٹہ، جغرافیہ ۳ گھنٹہ، بنگلہ ۳ گھنٹہ، انگریزی ۳ گھنٹہ، حساب ۳ گھنٹہ، اردو معہ قواعد وتحریر ۲ گھنٹہ ،نقشہ نویسی ۲ گھنٹہ ، دستکاری ۲ گھنٹہ۔	۱۔ رسالہ علم الفقہ دفتر النجم لکھنو سے ملتا ہے۔ ۲۔ رحمۃ للعالمین مصنف قاضی سلیمان صاحب دفتر الناظر بک ایجنسی لکھنو سے ملتی ہے۔ ۳۔قواعد اردو نمبر ا و ۲ مطبع نولکشور لکھنؤ سے ملتی ہے۔ ۴۔ الناظر بک ایجنسی لکھنو سے ملے گا۔

سال ثانی	ترجمہ قرآن شریف ۱۰ پارہ، علم الفقہ نمبر ۲، ۳، تاریخ الامہ نمبر ۲۔ عرب قبل از اسلام مصنفہ شرر، فارسی کی دوسری اور تیسری کتاب ۔ بقیہ مصدر فیوض معہ تحریر، جغرافیہ ایشیا معہ مشق نقشہ، (سہاتھا کسوم) مصنفہ سعادت علی خان معہ تحریر۔ انگریزی سیکنڈ ریڈر معہ کتابت، کسور اشاریہ و اربع متناسبہ، سفینہ اردو، آئین اردو ثلث اول، نقشہ نویسی اشجار، دارالمطالعہ (حیاۃ سلطان صلاح الدین) مصنفہ حکیم احمد حسین الہ آبادی برائے مطالعہ۔	ترجمہ قرآن شریف و فقہ ۳، ۳ گھنٹہ، جغرافیہ و تاریخ فارسی ۴، ۵ گھنٹہ، بنگلہ وانگریزی ۴، ۶، حساب، اردو معہ قواعد ۳، ۴، نقشہ نویسی ۱، گھنٹہ دستکاری ۲ گھنٹہ، دارالمطالعہ ایک گھنٹہ۔	۱۔ عرب قبل از اسلام مصنفہ شرر لکھنوی، جامعہ ملیہ قرول باغ دہلی۔ ۲۔ سفینہ اردو جامعہ ملیہ قرول باغ دہلی۔ ۳۔ آئین اردو مصنفہ مولوی زین الدین فرجاد، نامی بک ڈپو میرٹھ محلہ اندرکوت۔ ۴۔ الناظر بک ایجنسی لکھنو سے ملتا ہے

سال ثالث	ترجمہ قرآن شریف تا پارہ ۲۵، علم الفقہ ۴، ۵ عقائد اسلام حقانی مصنف۔ تاریخ الامہ نمبر ۳، گلستان یا چوتھی کتاب فارسی، جغرافیہ طبعی (سائنس جدید)، ادبیات بنگلہ (پرااوند۔ ا مالا) مصنفہ قاضی امدادالحق صاحب۔ انگریزی ریڈر ۳ جغرافیہ عمومیہ معہ نقشہ سنہ۔ ۴، متناسبہ وسود ومتی کاٹا وغیرہ۔ مساحت، معارف ملت مضامین الکلام ۱، ۲ آئین اردو حصہ ثالث متوسط۔ نقشہ نویسی عمارات۔ رسالہ علم الصرف نمبر ۱ و ۲ مصنفہ مولوی مشتاق احمد صاحب وعربی صفوۃ المصادر، مصنفہ مولوی اشفاق احمد صاحب	ترجمہ قرآن شریف ۳ گھنٹہ، دینیات ۳، بنگلہ ۳، تاریخ و جغرافیہ ۴، انگریزی ۴، حساب و مساحت ۴، اردو قواعد اردو، ۳ نقشہ نویسی ۲، صرف عربی ۳ فارسی ۳، دارالمطالعہ ۱، دستکاری ۲ گھنٹہ	۱۔ عقائد اسلام مصنفہ مولوی عبدالحق مرحوم مؤلف تفسیر حقانی کتب خانہ رحیمیہ سنہری مسجد دہلی، جغرافیہ طبعی یعنی جدید میں ماسٹر بنگلہ یا صوبہ کی زبان کی کتاب کو پڑھانے یا اردو میں اس کی کتاب کو جامعہ ملیہ قرول باغ دہلی سے طلب کرے۔ ۳۔ معارف ملت اور مضامین ابوالکلام اور جامعہ ملیہ قرول باغ دہلی۔
	(تاریخ الحریۃ فی الاسلام) از منشی محمد الدین فوق بطور مطالعہ داخل نصاب ہوگی۔		۳۔ حساب اور مساحت میں صوبہ کی زبان میں کتابیں پڑھائی جائیں۔ ۵۔ رسالہ علم الصرف وعربی صفوۃ المصادر مولوی اشفاق احمد صاحب، چرتھاول ضلع مظفرنگر سے طلب کی جائے۔ ۶۔ الحریہ فی الاسلام جامعہ ملیہ قرول باغ دہلی یا الناظر بک ایجنسی لکھنو سے۔

سال رابع	بقیہ ترجمہ قرآن شریف وموضح القرآن شاہ عبدالقادر صاحب مرحوم ومغفور ثلث اول، درایۃ الادب و مدارج القرأۃ، ادبیات بنگلہ (پراوندارتنامالا) مصنفہ سود کھنارائے، تاریخ الامہ ۴، رسالہ علم الصرف وصرف میر۔ سائنس اور اسلام نصف اول۔ بقیہ عقائد حقانی، انگریزی ریڈر ۴ معہ املاء و کتابت ۔ نحومیر و اجرومیہ و (سلم الدروس العربیۃ لغلا نینی) تیسیر المنطق، اردو رسالہ علم الفقہ ۶، آئین اردو ثلث اخیر۔ کلام جوہر واقبال، کنگال ہندوستان، الفاروق مصنفہ شبلی مرحوم بطور مطالعہ داخل نصاب ہے۔	ترجمہ قرآن شریف ۳، دینیات عقائد ۳، بنگلہ ۳، تاریخ واقتصادیات، ۴، سائنس ۲، انگریزی ۴، نحو ۴، صرف ۴، منطق ۲، اردو معہ قواعد ۳، دارالمطالعہ ۱، دستکاری ۲ گھنٹہ	۱۔ سائنس اور اسلام کتب خانہ رحیمیہ سنہری مسجد دہلی۔ ۲۔ اجر ومیہ وسلم الدروس العربیۃ بھنڈی بازار ۹، مکتبہ شرف الدین ۲، ۳۔ تیسیر المنطق خانقاہ اشرفیہ، تھانہ بھون ۴۔ کلام جوہر واقبال جامع ملیہ قرول باغ ۵۔ کنگال ہندوستان، دامن اینڈ کمپنی، لوہاری دروازہ، لاہور ۶۔ الفاروق، الناظر بک ایجنسی لکھنؤ سے ملتی ہے۔

سال خامس	بقیہ موضح القرآن، دروس الادب نمبر ۱، ۲ شرح اجرومیہ والدروس العربیہ نمبر ۱ و ۲ لغلا نینی، تاریخ سند قدیم تاریخ الامہ نمبر ۵، دستور المبتدی۔ مراح الارواح۔ ایسا غوجی قال اقول مرقات مظلوم کسان، دیوان غالب، ادبیات انگریزی، مساحت اقلیدس مقالہ اول، ادبیات بنگلہ، سوبھا گو سوپہاں، سیرۃ عمر بن عبدالعزیز و سیرۃ النعمان (رحمہما اللہ تعالیٰ) کتب مطالعہ ہیں۔	قرآن ۳، ادبیات عربی ۳، نحو ۶، صرف ۶، منطق ۳، انگریزی ۳، بنگلہ ۲، اردو ۲، دارالمطالعہ ۱، دستکار ۲، تاریخ و اقتصادیات ۳، مساحت و اقلیدس ۲ گھنٹہ۔	۱۔ دروس الادب مولفہ سید سلیمان ندوی، دارالمصنفین اعظم گڑھ۔ ۲۔ شرح اجرومیہ والدروس العربیہ بھنڈی بازار بمبئی والد غلام محمد سورتی کے یہاں ملتی ہے۔ ۳۔ تاریخ ہند قدیم جامعہ ملیہ قرول باغ دہلی سے ملتی ہے۔ ۴۔ مظلوم کسان ورمن اینڈ کمپنی لوہاری دروازہ لاہور سے ملتی ہے۔ سیرۃ عمر قمر بن عبدالعزیز اور سیرۃ النعمان جامعہ ملیہ قرول باغ دہلی یا الناظر بک ایجنسی لکھنو سے ملتی ہیں۔

اصول مخصوصہ نصاب درجہ عالیہ (سینئر) مدت تعلیم ۸ سال

۱۔ چونکہ علم حدیث وتفسیر تعلیم اسلامی کے مقاصد عالیہ مہمہ میں سے ہے اس لیے ان دونوں کو اس درجہ میں داخل کیا گیا ہے۔

۲۔ ہر ہفتہ میں جمعرات کے آخری حصہ میں حسبِ اوقات مذکورہ نصاب پر تقریر کرانا چاہیے۔

۳۔تقریر کے لیے ہر ہفتہ میں مدیر تقریر طلبہ کو مضمون دے دے کہ آئندہ جمعرات کو تم کو فلاں مضمون پر تقریر کرنی ہوگی۔

۴۔ سال ثالث سے طلباء درجہ کو زبان ہائے مذکورہ میں سے ذیل میں سے کوئی ایک زبان سیکھنی ہوگی: سنسکرت، برہمی، سیامی، تامل کھاسیا اوڑیا وغیرہ تاکہ بوقت ضرورت ان ملکوں میں تبلیغ کرسکیں۔

۵۔ ہفتہ میں ایک گھنٹہ ان زبانوں کے سیکھنے کے لیے صرف کرنا ہوگا جو کہ تقریر کے گھنٹہ میں سے جدا کیا جائے گا۔

۶۔ سال ثالث اور اس کے بعد کے طلباء کو بعد از نماز جمعہ مجلس مناظرہ منعقد کرنا ہوگی اور اس میں حسب تفصیل مذکورہ نصاب پر باقاعدہ بحث جاری کرنی ہوگی۔

۷۔ مناظرہ کے لیے بھی مدیر مناظرہ طالب علموں کو ایک ہفتہ پہلے مبحث معین کردے گا اور مسئلہ کے ہر دو پہلو پر اس درجہ کے طلباء دو فریق کردیے جائیں گے اور تمام ہفتہ کے خالی اوقات میں کتب مذہب ومناظرہ دارالمناظرہ سے لے کر طلباء مطالعہ کریں گے۔ مدیر مناظرہ مجلس مناظرہ کا پریذیڈنٹ ہوگا اور وہ آپس میں تصفیہ کرے گا اور انتظامی طریقہ پر سب کو کاربند رکھے گا۔

نصاب تعلیم درجہ عالیہ (سینئر) مدت تعلیم ۸ سال

مقدار زمانی	کتب درسیہ	مقدار اوقات ہفتہ	کیفیات و محلات کتب
سال اول	تفسیر عزیزی نصف پارہ عم فارسی الدروس العربیہ نمبر ۳و۴ للغالینی الفیہ ابن مالک اخیر مرفوعات تک نفحۃ الیمن باب اول ملتقی الابحر کتاب الصلوٰۃ، ازہار العرب مجموع الادب فی فنون العرب تہذیب وشرح تہذیب للیزدی چہل حدیث مولوی اصغر حسین دیوبندی واربعین نووی، کو کھلے کی تقریریں، فصول اکبری تاریخ سلاطین ہند عہد اسلام مصنفہ اکبر خان نجیب آبادی تاریخ حروب صلیبین از شرر لکھنوی مشق تقریر در بنگلہ وانگریزی	تفسیر ۱ گھنٹہ و حدیث ۱ گھنٹہ صرف ۱ گھنٹہ، ادب عربی ۵ گھنٹہ، فقہ ۵ گھنٹہ، منطق ۴ گھنٹہ، تاریخ ۳ گھنٹہ، اقتصادیات ۲ گھنٹہ، دستکاری ۲ گھنٹہ، دارالمطالعہ ڈیڑھ گھنٹہ، تقریر آدھا گھنٹہ	۱۔ یہ کتابیں بمبئی، بھنڈی بازار، ۹ میں شرف ادلین کی دکان سے ملے گی۔ ۲۔ ملتقی الابحر بمبئی میں بھنڈی بازار ابناء غلام محمد سورتی کے یہاں ملتی ہے۔ ۳۔ ازہار العرب جامعہ ملیہ قرول باغ دہلی سے ملتا ہے۔ مجموعہ الادب فی فنون العرب شرف الدین کی دوکان سے بمبئی میں ملتی ہے۔ ۴۔ چہل حدیث دارالعلوم دیوبند ضلع سہارنپور سے ملتی ہے۔ ۵۔ بمبئی، بھنڈی بازار ابنا غلام محمد سورتی کے یہاں ملے گی ۶۔ الناظر بک ڈپو لکھنو سے ملتی ہے۔ تاریخ سلاطین اسلام در ہند مصنفہ اکبر خان نجیب آبادی چونکہ ابھی تک طبع نہیں ہوئی ہے۔ اس لیے تا طبع تاریخ سلاطین ہند رائج جامعہ عثمانیہ دکن پڑھائی جائے۔ ۸۔ تاریخ حروب صلیبیہ جامعہ ملیہ قرول باغ دہلی سے ملتی ہے۔

سال دوم	بقیہ تفسیر عزیزی سورہ عم، بقیہ الفیہ ابن مالک و ابن عقیل، اصول شاشی قطبی تصدیقات، مقامات حریری۔ ۲۔ مقالہ	تفسیر ۲و ۳ حدیث ۱، نحو ۲، ادب و عروض ۱، فقہ و اصول ۱، منطق ۲، تاریخ ۲، دستکاری ۲، درالمطالعہ ۱، تقریر آدھا گھنٹہ	۱۔ احیاء السنن خانقاہ اشرفیہ تھانہ بھون ضلع مظفر نگر سے ملے گی۔ ۲۔ یہ دونوں کتابیں کتب خانہ ابناء غلام محمد سرور بھنڈی بازار بمبئی سے ملتی ہے۔ ۳۔ خوشحال برطانوی ہند الناظر بک ڈپو لکھنو سے ملتی ہے۔ ۴۔
سال ثالث	تفسیر عزیزی پارہ تبارک الذی تلخیص المفتاح کامل و مختصر، معانی فن اول شرح نقایہ لملاعلی القاری یا شرح وقایہ نصف اول، نور الانوار کامل، قطبی تصورات معہ میر بقیہ مقامات دیوان متنبی، اعلاء السنن کتاب الاثار للامام محمد رحمہ اللہ علیہ شرح ثمر قندیہ فی الاستعارات یا شرح تحفۃ الاخوان للدردیر، معاشیات ہند للبرانی نصف اول، آئینہ حقیقت نما مصنفہ اکبر خان نجیب آبادی (ترجمہ نفخ الطیب تاریخ اندلس و اسپین۔	تفسیر و حدیث ۶ گھنٹہ معانی و بیان ۶، فقہ و اصول ۲، منطق ۲، ادب ۳، تاریخ و اقتصادیات ۲، دستکاری ۲ دارالمطالعہ ۱.۵ اور تقریر ۱.۵ گھنٹہ	بھنڈی بازار بمبئی ابناء علی محمد سورتی سے اس کو منگوا سکتے ہیں مگر اس کی عدم موجودگی میں شرح وقایہ پڑھائی جائے۔ ۲۔ اعلاء السنن اشرف المطابع تھانہ بھون ضلع مظفر نگر ۳۔ شرح سمرقندیہ بمبئی کے دوکانوں سے ملتی ہے اگر وہ نہ ملے تو شرح تحفۃ الاخوان للدردیر مطبوعہ شرف الدین بھنڈی بازار بمبئی سے ملے گی۔ معاشیات ہند للبرنی اسلامی یونیورسٹی علی گڑھ مقتدی خان شروانی کے کتب خانہ سے ملے گی۔ ۵۔ آئینہ حقیقت نما مدیر عبرت نجیب آبادی ضلع بجنور، ۶، جامعہ ملیہ قرول باغ دہلی سے ملے گی۔

سال رابع	تفسیر عزیزی پارہ الم۔ بقیہ مختصر معانی توضیح کامل سلم، العلوم دیوان حماسہ، ہدایہ اولین رشیدیہ فی المناظرہ سراجیہ المحاسن والاضداد للجاحظ، موطا للامام محمد رحمہ اللہ، الفوز الکبیر اردو للشیخ ولی اللہ الدہلوی، آئینہ حقیقت نما حصہ ثانی، معاشیات ہند نصف ثانی (تاریخ ترکیہ جدیدہ اور سلطان نورالدین محمود) (تقریر عربی و اردو)	تفسیر ۳، حدیث ۳، معانی ۳، اصول ۳، مناظرہ ا، منطق ۳، ادب ۳، فقہ ۵، فرائض ا، اصول تفسیر ڈیڑھ گھنٹہ ،اقتصادیات ڈیڑھ گھنٹہ، دستکاری ا، دارالمطالعہ آدھا گھنٹہ، تقریر ۔	ا۔ المحاسن والاضداد للجاحظ بمبئی کے کتب خانوں سے ملتی ہے۔ ۲۔ الفوز الکبیر اردو جامعہ ملیہ قرول باغ دہلی سے ملتی ہے۔ ۳۔ الناظر بک ایجنسی لکھنو سے ملتی ہے۔
سال خامس	جلالین نصف اول ہدایہ آخرین شرح مسلم الثبوت لبحر العلوم۔ المسمی بفواتح الرحموت تا آخر مبحث کتاب، سبعہ معلقہ دیوان معری تصریح الافلاک، ہدایہ سعیدیہ ،شرح عقائد النسفی، شرح نخبۃ الفکر، شمائل ترمذی	تفسیر ۴، وحدیث ۳ گھنٹہ، فقہ ۶ ، اصول ۳ گھنٹہ، ادب عربی ۳، بلاغت ا، اصول حدیث ا	ا۔ سیاسیات اجمل خان بی اے۔ الناظر بک ڈپو لکھنو سے ملتی ہ۔ ۲۔ شرح عقود الجمان بمبئی کے کتب خانوں سے ملتی ہے۔ ۳۔ یہ کتاب مصر میں فرج اللہ زکی نے معہ المستصفی فی الاصول چھاپی ہے۔ بمبئی کے کتب خانوں سے ملے گی۔ نولکشور کی مطبوعہ کتاب نہایت

	شفاء قاضی عیاض، سیاسیات در، اصول سیاستہ اجمل خان الہ آباد ، شروح عقود الجمان للسیوطی آئینہ حقیقت نما حصہ ثالث (تاریخ افغان جدید)، مشق مناظرہ باعیسائیان۔ (ہندوستان درعہد اورنگ زیب مصنفہ مرزا سمیع اللہ بیگ صاحب)		غلط ہے۔شرف الدین بھنڈی بازار بمبئی سے ملتی ہے۔ از حلقہ نظام المشائخ دہلی سے ملے گی۔
سال سادس	بقیہ جلالین، مشکوٰۃ المصابیح بقیہ، شرح مسلم الثبوت از بحر العلوم، شرح چغمینی مسامرہ شرح مسائرہ۔ شرح عقیدہ طحاویۃ، الفیہ العراقی فی اصول الحدیث، ادب الکتاب للصولی مطبوعہ بیروت نصف اول اصول، السیاسۃ نصف اول لی کان ۔ اسوہ صحابہ ازعبدالسلام ندوی آزادئ ہند مصنفہ انڈریوز۔ مشق مناظرہ با آریہ	تفسیر ۴، حدیث ،۱۲، اصول فقہ ۴، اصول حدیث ۲، عقائد ۳، ہیئۃ ۲، ادب ۲، اصول سیاست ۲ گھنٹہ، دستکاری آدھا گھنٹہ، تقریر آدھا گھنٹہ۔	۱- یہ دونوں کتابیں دارالاشاعت دیوبند ضلع سہارنپور سے ملیں گی۔ ۲- مطبعہ یوسفیہ فرنگی محل لکھنو سے ملتی ہے۔ ۳- یہ کتاب بمبئی کے کتب خانوں سے ملتی ہے۔ ۴- یہ کتاب جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن سے ملے گی۔ ۵- الناظر بک ایجنسی سے ملتی ہے اور دوسری جامعہ ملیہ قرول باغ دہلی سے ملے گی۔

سال سابع	بیضاوی شریف ثلث اول، ترمذی شریف، مسلم شریف، ابن ماجہ بقیہ ادب الکتاب للصولی۔ حجۃ اللہ البالغہ نصف اول، بقیہ اصول سیاست لی کان (بدایۃ المجتہد لابن رشد مطالعہ)، مشق مناظرہ با قادیانیاں و شیعہ وغیرہ تحریرات عربیہ۔	تفسیر ۹، حدیث ۱۵، ادب ۳، حکم شریعت ۲، دارالمطالعہ آدھا گھنٹہ، تقریر آدھا گھنٹہ، دستکاری ۲، سیاسیات ۲ گھنٹہ۔	۱۔ یہ کتاب بمبئی بھنڈی بازار نمبر ۹ شرف الدین سے ملتی ہے۔
سال ثامن	بقیہ بیضاوی شریف تمام۔ بخاری شریف۔ ابوداؤد شریف، نسائی، شرح معانی الآثار۔ تقریر دلپذیر حضرت مولانا محمد قاسم صاحب و آب حیات بحیث۔ دستور انگلستان، اردو کشف الغمہ عن جمیع الامہ للشعرانی مطالعہ، مطالعہ مشق مناظرہ با جملہ فرق وتحریرات عربیہ۔	تفسیر ۹، حدیث ۱۸، حکم شریعت ۲، گھنٹہ، اصول سیاست ۲، دستکاری ۲ گھنٹہ، دارالمطالعہ آدھا گھنٹہ، تقریر آدھا گھنٹہ	۱۔ یہ کتاب جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن سے ملتی ہے۔ ۲۔ یہ کتاب شرف الدین بھنڈی بازار بمبئی ۹ سے ملتی ہے۔

یہ نصاب تعلیم مندرجہ ذیل پتے سے مل سکتا ہے

۱۔ منیجر مدنی پریس۔ ہواپاڑہ سلہٹ

۲۔ مہتمم مدرسہ درگاہ شریف۔ سلہٹ

۳۔ امدادیہ لائبریری چوک بازار، ڈھاکہ

مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کا مرتب کردہ دینی مدارس کا قدیم وجدید کا جامع نیا نصاب

توضیح وتجزیہ

ڈاکٹر محمد امین

ناقابل یقین

ایک عام آدمی بلکہ آج کے دینی مدارس کا ایک معلم اور عالم بھی مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے مرتب کردہ اس نصاب کو پڑھ کر تعجب محسوس کرے گا بلکہ اسے یقین نہیں آئے گا کہ آیا یہ نصاب واقعی ان کا مرتب کردہ ہے؟ اور وہ سوچے گا کہ اگر دینی مدارس کے نصاب کے حوالے سے مولانا مدنیؒ کے خیالات یہ تھے تو جب وہ دیوبند گئے تو اپنے نظریات وہاں نافذ کیوں نہ کر سکے؟ یا تاریخ سے کیوں پتہ نہیں چلتا کہ انہوں نے وہاں تبدیلیٔ نصاب کے لیے جدوجہد کی ہو؟ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کسی کے ذہن میں یہ خیال آئے کہ یہ نصاب دراصل مولانا کا بنایا ہوا ہے ہی نہیں بلکہ جعلی طور پر ان سے منسوب کر دیا گیا ہے۔

یہ خدشات اس شخص کے ذہن میں تو آسکتے ہیں جس کی نصابات خصوصاً برصغیر میں مدارس کے نصابات کے ارتقاء پر نظر نہ ہو لیکن جس شخص کا اس موضوع کا مطالعہ ہو وہ ہرگز ان امور پر تعجب کا اظہار نہیں کرے گا کیونکہ یہ ایک تلخ لیکن ناقابل انکار حقیقت ہے کہ اداروں کے نصابات کا تعین ایک شخص محض اپنے نظریات کے مطابق نہیں کرسکتا بلکہ معاشرے کا مروج علمی ماحول اور ریاستی وحکومتی رویے اس پر اثر انداز ہوتے ہیں اور نہ بڑے تعلیمی ادارے کسی شخص کی ذاتی جاگیر ہوتے ہیں کہ وہ اس میں اپنی مرضی چلا سکے خواہ وہ کتنا ہی بڑا عالم، صاحب رسوخ یا دولت مند کیوں نہ ہو۔ چنانچہ مولانا مناظر احسن گیلانیؒ نے 'سوانح قاسمی' میں دیوبند کے بانی مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے ۱۸۷۴ء کے دیوبند کے پہلے کانووکیشن کی تقریر کے اقتباسات کا حوالہ دے کر لکھا ہے کہ مولانا چاہتے تھے کہ دینی مدرسے کے طلباء فراغت کے بعد جدید تعلیم بھی حاصل کریں چنانچہ دیوبند میں ایک تعلیمی کمیٹی بنائی گئی جس نے دورانیۂ تدریس کو دس سال سے کم کر کے چھ سال کر دیا اور نصاب میں معقولات کا اتنا معتدبہ حصہ رکھا گیا جو طلبہ کو جدید تعلیم کے حصول میں مدد دے لیکن بدقسمتی سے اس پر عمل درآمد نہ ہوسکا اور چند

سال بعد پہلا نظام بحال کر دیا گیا (جلد دوم، صفحہ ۲۸۶)۔انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ سفر حج میں جہاز کے انگریز کپتان سے مترجم کے ذریعے علمی بحث کے بعد وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ اگر وہ انگریزی جانتے ہوتے تو اپنی بات زیادہ موثر طریقے سے غیر مسلم کپتان کے سامنے رکھ سکتے تھے چنانچہ انہوں نے ہندوستان واپسی پر انگریزی سیکھنے کا ارادہ کر لیا لیکن زندگی نے ان کو مہلت نہ دی (۲۹۹:۲)۔

اسی طرح مولانا مناظر احسن گیلانیؒ نے جو خود تعلیمی ثنویت کے سخت خلاف تھے (یہ کہ دینی اور جدید علوم کی تدریس الگ الگ ہو، یک جانہ ہو) اور انہوں نے اپنی کتاب 'مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت' کے آخر میں بطور ضمیمہ 'وحدت تعلیم' کا اپنا تصور پیش کیا ہے جس کی تحسین سید سلیمان ندویؒ نے معارف جولائی ۱۹۴۵ء میں کی تھی۔(البرہان نے مولانا گیلانیؒ کا موقف اگست ۲۰۱۱ء کے شمارہ میں شائع کیا ہے)۔مولانا گیلانیؒ نے یہ بھی لکھا ہے کہ مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی رائے یہ تھی کہ قدیم معقولات کی تدریس محض ضیاع وقت ہے اور اس سے تو انگریزی پڑھانا بہتر ہے کہ دنیاوی کاموں میں تو مفید ہوگی۔(ص ۲۹۲:۲)۔اسی طرح مولانا سید محمد میاں اپنی کتاب ''علماء ہند کا شاندار ماضی' میں حضرت انور شاہ کشمیریؒ کے بارے میں کہتے ہیں کہ ''جملہ علوم عقلیہ و نقلیہ میں حضرت کو کمال حاصل تھا۔کسی فن کی کوئی بھی کتاب ہوتی اس کو شروع سے آخر تک ایک بار ضرور مطالعہ فرما لیا''۔۔۔آپ نے بعض مخصوص تلامذہ کو سائنس جدید کی عربی کتاب بھی پڑھائی تھی۔نیز شاہ صاحب فرمایا کرتے تھے کہ ''اب علماء کو قدیم فلسفہ و ہیئت کے ساتھ جدید فلسفہ و ہیئت کو بھی حاصل کرنا چاہیے۔'' (۲۰۰:۲)

یہ بھی ذہن میں رہے کہ ۱۹۴۸ء میں مولانا ابوالکلام آزاد (وزیر تعلیم ہند) نے درس نظامی کی اصلاح اور اس پر نظر ثانی و اضافہ علوم جدیدہ کے لیے ایک کمیٹی بنائی تھی جس میں مولانا حسین احمد مدنیؒ، مولانا سید سلیمان ندویؒ اور مولانا حفظ الرحمن سیوہارویؒ بھی شامل تھے۔اس کمیٹی نے جدید نصاب تیار بھی کر لیا جس کا ایک نسخہ رام پور لائبریری میں آج بھی محفوظ ہے لیکن اس پر عمل درآمد کی نوبت نہ آئی (بحوالہ عابد رضا بیدار، ہندوستانی مسلمانوں کی ریفارم کے مسائل)۔

خلاصہ یہ کہ خود اکابر دیوبند دینی مدارس کے موجودہ نصاب سے راضی و خوش نہ تھے اور مولانا مدنیؒ نے تو اپنے مجوزہ نصاب میں اس کا بنیادی ڈھانچہ ہی تبدیل کر دیا ہے جس کی تفصیلات آگے آ رہی ہیں۔

تاریخ تدوین

مولانا مدنیؒ نے یہ نصاب کب مدون کیا؟ ناشر الحاج گلزار میاں صاحب نے اس نصاب کی طبع دوم کا سنہ طباعت ۱۹۷۳ء لکھا ہے اور 'عرض ناشر' میں کہا ہے کہ یہ نصاب آج سے تقریباً چالیس سال پہلے مولانا مدنیؒ نے مرتب کیا تھا یعنی لگ بھگ ۱۹۳۳ء میں۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا مدنیؒ نے، جنہوں نے دیوبند سے تکمیل تعلیم کے بعد طویل عرصہ مدینہ منورہ میں گزارا، یہ نصاب دارالعلوم دیوبند میں خدمت تدریس قبول کرنے سے سے پہلے مرتب کیا اور ان کا اس پر عمل درآمد کا ارادہ بھی تھا لیکن غالباً حالات نے انہیں اس کا زیادہ موقع نہیں دیا۔

اس تمہید کے بعد آیئے اب اس نصاب کا تجزیاتی مطالعہ کرتے ہیں:

اس نصاب کی منفرد خصوصیات

۱۔ دینی مدارس کا نصاب مقدس اور نا قابل تغیر نہیں ہوتا

مولانا نے اپنے مرتب کردہ نصاب کے مقدمے میں زور دے کر یہ بات کہی ہے کہ تعلیمی اداروں کا نصاب نہ تو مقدس ہوتا ہے اور نہ نا قابل تغیر۔ یہ بات انہوں نے بطور ایک اصول کہی ہے (اور جدید مغربی تعلیم بھی اسی اصول کی تائید کرتی ہے)۔ مولانا نے یہ بھی لکھا ہے کہ نصاب کا قدیم ہونا اسے مقدس نہیں بناتا اور انہوں نے ماضی میں دینی مدارس کے نصاب کے تغیر و تبدل اور اسلاف کے طرزِ عمل کی گواہی پیش کرتے ہوئے کہا ہے کہ تعلیمی اداروں کے نصاب پر نظر ثانی ہوتے رہنا چاہیے چنانچہ انہوں نے اپنے بنائے ہوئے اس نصاب کے بارے میں لکھا ہے کہ اس پر ہر تین سال بعد نظر ثانی کی جائے گی (اصول وقوانین کلیہ ۲۵)۔

یہ نکتہ بہت اہم ہے اور ہمارے دینی مدارس کے لیے اس میں سیکھنے کو بہت سا سبق ہے کیونکہ ہمارے دینی مدارس کا عمومی رجحان اپنے نصاب کو مقدس اور نا قابل تغیر سمجھنے کا ہے حالانکہ ہم جیسے مدارس کے بہی خواہ عرصے سے ان کی توجہ اس طرف مبذول کرا رہے ہیں لیکن دینی مدارس اس پر توجہ نہیں دیتے۔ یہ غالباً ۱۹۹۵ء کی بات ہے جب ہم بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد میں پڑھاتے تھے کہ متحدہ علماء کونسل کے مولانا عبدالرؤف ملک صاحب نے عالم عرب کے کسی ادارے سے مل کر دینی

مدارس کے نصاب پر دو روزہ ورکشاپ اسلام آباد کے ایک ہوٹل میں رکھی۔ موضوع سے دلچسپی کی خاطر ہم بھی اس ورکشاپ میں حاضر ہوئے۔ دوران کارروائی ایک دفعہ جب مائیک گردش کر رہا تھا تو مائیک ایک مولانا صاحب کے پاس آیا۔ اونچا لمبا قد، گورا رنگ، مسجع داڑھی، سر پر جناح کیپ۔ انہوں نے گلا کھنکھارا اور ایک جملہ کہا کہ ہمارا نصاب قرآن وسنت پر مشتمل ہے لہٰذا اس میں کسی تبدیلی کی کوئی گنجائش نہیں' اور یہ کہہ کر حقارت سے مائیک آگے کھسکا دیا۔ میں نے ساتھ بیٹھے آدمی سے پوچھا کہ یہ کون بزرگ ہیں؟ اس نے بتایا کہ یہ مولانا عبدالقیوم ہزاروی ہیں، جامعہ رضویہ غوثیہ لاہور کے مہتمم اور حنفی بریلوی مدارس کے وفاق 'تنظیم المدارس' کے صدر۔ مولانا مرحوم نے تو اکل کھرے اور دوٹوک الفاظ میں یہ کہہ دیا۔ باقی علماء کرام بھی اگرچہ زبان سے یہ نہیں کہتے لیکن ان کی اکثریت سمجھتی یہی ہے کہ درس نظامی ایک مقدس گائے ہے جسے ہاتھ نہیں لگایا جاسکتا حالانکہ مولانا مدنیؒ جیسے بڑے آدمی نے اپنے اس مجوزہ نصاب کے مقدمے میں درس نظامی پر تنقید کرتے ہوئے کہا ہے کہ 'درس نظامی میں بھی بہت سے علوم کو ضرورت سے زیادہ اہمیت دی گئی ہے جو کہ ضیاع عمر کا باعث اور خسارہ دین و دنیا کا سبب ہے اور بہت سے ضروری فنون وکتب سے چشم پوشی بھی گوارا کرنے کی بدنمائی اس میں موجود ہے' (اصول وقوانین کلیہ ۷)۔

دینی مدارس کے علماء کرام کے اس متحجر انہ طرزِ عمل کی کہ 'درس نظامی مقدس ہے اور اسے چھیڑا نہیں جاسکتا' کی ایک بڑی وجہ ہمارے حکمرانوں کا رویہ بھی ہے۔ ان حکمرانوں نے نہ تعلیمی ثنویت ختم کی اور نہ جدید تعلیم کو اسلامی تقاضوں کے مطابق ڈھالا اور انہوں نے دینی مدارس کی اصلاح میں بھی کوئی خیرخواہانہ دلچسپی نہیں لی۔ ہاں! جب مغربی ممالک کی طرف سے دباؤ پڑتا ہے یا وہاں سے دینی مدارس میں تبدیلیاں لانے کے نام پر ڈالر ملتے ہیں تو حکمران تھوڑی دیر کے لیے حرکت میں آتے ہیں اور پھر سو جاتے ہیں۔ ظاہر ہے علماء کرام اس طرح کے دباؤ کو قبول نہیں کرتے اور دینی مدارس کے تحفظ کے نام پر اکٹھے ہو کر مزاحمت کرتے ہیں۔ اس مزاحمتی ردِّعمل اور دینی مدارس میں تبدیلی نہ لانے کے اظہار و اصرار نے ان کے اندر لاشعوری طور پر ایک ایسے مزاحمتی نفسیاتی رویے کو جنم دیا ہے جو دینی مدارس کے نصابات وغیرہ میں کوئی بڑی تبدیلی لانے کے معاملے پر ہمدردانہ غور کا ماحول پیدا ہونے ہی نہیں دیتا۔ ورنہ علماء کرام میں ایسے جہاں دیدہ افراد موجود ہیں جو عصری ضروریات وتحدیات کا ادراک رکھتے ہیں اور موجودہ نصاب کو بدلنا چاہتے ہیں لیکن دینی مدارس کا اور ان کے وفاقوں کا عمومی رجحان یہی ہے کہ دینی مدارس ٹھیک کام کر رہے ہیں بلکہ بہت

عمدہ کام کررہے ہیں اور ان کے نصاب میں کسی بنیادی تبدیلی کی ضرورت نہیں۔

بعض بڑے مدارس نے البتہ یہ کرلیا ہے کہ طلبہ کو کمپیوٹر مہیا کردیے ہیں یا انہیں حکومتی ڈگریوں کے لیے تیاری کرنے اور امتحان دینے کی اجازت دے دیتے ہیں (اور بعض اس کی خود تیاری بھی کرا دیتے ہیں)۔ ہماری رائے میں یہ اپنی جگہ خود ایک خطرناک رجحان ہے کیونکہ مغربی علوم تو مغرب کی ملحدانہ تہذیب کی پیداوار ہیں اور زہریلے ہیں لہٰذا زہر نکالے بغیر ان کا استعمال زہرخوارنی کے' نتائج لازماً پیدا کرے گا لہٰذا جدید اور عصری علوم کی جب تک اسلامی تشکیل نو نہ کی جائے، ان کا مطالعہ اور تدریس ہرگز مفید نہیں لیکن دینی مدارس کہتے ہیں کہ اس جھنجھٹ میں کون پڑے! یہ تو حکومتوں کا کام ہے۔

بہرحال ہم سمجھتے ہیں کہ ہمارے دینی مدارس کا درس نظامی پر جمود کا طرزِ عمل درست نہیں اور مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کی فکر کے بالکل خلاف ہے جنہوں نے درس نظامی اور دیوبند کے نصاب کے ہوتے ہوئے ایک نئے نصاب کی ضرورت محسوس کی اور نہ صرف ضرورت محسوس کی بلکہ نیا نصاب عملاً بنایا اور چلانا چاہا اور حقیقت یہ ہے کہ مولانا کا مرتب کردہ نصاب دیوبند، ندوہ، درس نظامی اور دیگر نصابوں سے بہت بہتر ہے جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

۲۔مقاصد تعلیم

مولانا کی فکری عظمت یہ ہے کہ غلام ہندوستان میں رہتے ہوئے انہوں نے مقاصد تعلیم کو علی منہاج النبوۃ اور علی منہاج السلف قائم کرنے کی تجویز دی اور دیوبند کی طرح اسے صرف محدود مذہبی تعلیم تک محدود نہیں رکھا۔ دیوبند نے جو نظام تعلیم اپنایا (جو اس کے نصاب سے ظاہر ہے) اس کے پیش نظر ایسے علماء تیار کرنا تھا جو مساجد اور مدارس کو آباد رکھ سکیں اور معاشرے کی مذہبی رسومات (نکاح، طلاق، جنازہ......وغیرہ) بجالاسکیں جب کہ تعلیم کا نبوی اور سلفی منہج یہ ہے کہ ایسا آدمی تیار کیا جائے جو پورے دین کا نمائندہ ہو، جو مسلم معاشرے اور ریاست کے لیے بھی کارآمد ہو۔ ہندوستان میں مسلم ریاست نہ رہی تھی لیکن مسلم معاشرہ تو موجود تھا۔ دیوبند نے (اور اس کے اتباع میں سیکڑوں ہزاروں دینی مدارس نے) جو نظام تعلیم اور نصاب اپنایا اس کا حاصل محدود معنوں میں ایک 'عالم دین' یا ایک 'مذہبی آدمی' کی تیاری تھا لیکن مولانا مدنیؒ نے جو نصاب بنایا اس کے پیش نظر یہ تھا کہ ایک ایسا متوازن آدمی تیار کیا جائے جو دین

کا علم رکھنے کے ساتھ ساتھ معاشرے کا عام اور مفید کارکن بھی ہو اور یہ بات مولانا کے تجویز کردہ نصاب سے ظاہر ہے جس میں مندرجہ ذیل علوم وفنون شامل ہیں:

خالص مذہبی علوم

قرآن وحدیث، سیرت وسوانح، مناظرہ (تقابل ادیان)۔

عمرانی علوم (Social Sciences)

لسانیات میں مقامی (بنگلہ، اردو)، مذہبی (عربی، فارسی) اور بین الاقوامی زبانیں (ملیالم، تامل اور خصوصاً انگریزی) زبان شامل تھی بشمول تحریر وتقریر اور ادب وکتابت کے نیز ان میں قانون، (فقہ اور اصول فقہ)، سیاسیات، معاشیات، فلسفہ، منطق، تاریخ، جغرافیہ، ڈرائنگ وغیرہ شامل تھی (اصول وقوانین کلیہ ۹،۱۱)

سائنسی علوم (Physical Sciences)

حساب (میتھ) الجبرا وجیومیٹری، سائنس، فلکیات (اسٹرانومی) مساحت ونقشہ نویسی (انجینئرنگ) کے علاوہ فنون میں مندرجہ ذیل مہارتیں اور ٹیکنالوجیز شامل تھیں: ۱۔کپڑا بننا اور چرخہ چلانا ۲۔حدادی (لوہے کا کام) ۳۔نجاری (بڑھئی کا کام) ۴۔خیاطت (کپڑا سینا) ۵۔گھڑی سازی ۶۔جلد بندی ۷۔چمڑا رنگنا ۸۔بوٹ وغیرہ بنانا ۹۔سونار کا کام، بشمول مارشل آرٹس یعنی فن سپاہ گری (اصول وقوانین کلیہ ۱۵)

اس نصابی خاکے سے ظاہر ہے کہ مسلم ریاست نہ ہونے کی وجہ سے مولانا کا نصابی خاکہ ریاستی کارکن (بیوروکریسی) تو تیار نہیں کرتا لیکن وہ ایسا فرد ضرور تیار کرنا چاہتے ہیں جو دینی علوم کے ساتھ دنیاوی مہارتیں بھی رکھتا ہو تاکہ وہ تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد روزگار حاصل کر سکے اور جو معاشی طور پر خودکفیل ہو اور معاشرے کا اہم رکن ہو صرف مسجد کا مولوی صاحب نہ ہو۔ مولانا مدنیؒ کا یہ اصول کوئی معمولی بات نہیں بلکہ یہ اس سیکولرزم کی جڑ کاٹتا ہے جسے مغرب کی ملحدانہ تہذیب نے عروج پر پہنچا دیا ہے بلکہ عملاً ساری دنیا میں (بشمول مسلم ممالک کے) اسے غالب ونافذ کر دیا ہے اور جسے بدقسمتی سے ہمارے دینی مدارس بھی صرف محدود مذہبی تعلیم دے کر (اور اسے 'پورا دین' قرار دے کر) اور طالب علم کو دنیاوی علوم ومہارتوں سے محروم رکھ کر پروموٹ کر رہے ہیں جس کی وجہ سے معاشرے میں دین ودنیا کی تفریق اور مسٹر ومولوی کا فرق دن بدن گہرا ہوتا جا رہا ہے اور وہ

ہمہ جہت اور متوازن شخصیت ختم ہورہی ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اور صحابہ وسلف نے تیار کر کے دکھائی تھی۔

۳۔ تعلیمی اسکیم (اسکیم آف سٹڈیز)

مولانا مدنیؒ نے اپنی تعلیمی اسکیم کو ۱۶ سال پر مبنی قرار دیا ہے۔ مکتب (ابتدائیہ) کے ۳ سال، مدرسہ ثانویہ (جونیئر) ۵ سال اور درجہ عالیہ (سینئر) کے ۸ سال اور اس کے بعد درجۂ تکمیل۔

ان تین مراحل کو وہ اصول فقہ میں مقاصد شریعت کی اہمیت کی طرز پر ضروریات، حاجیات اور تحسینیات کی طرح شمار کرتے ہیں کہ مرحلہ اول یعنی مکتب کی حیثیت 'ضروریات' جیسی ہے کیونکہ اس میں ضروریات دین (حلال وحرام اور اوامر ونواہی کا علم، قرآن پڑھنا، نوشت وخواند وغیرہ) کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ مولانا کے الفاظ میں 'اس میں وہ فنون اور کتب واعمال رکھے گئے ہیں جو ہر مسلمان کے لیے بحیثیت مذہب وانسانیت ضروری ہیں' (اصول وقوانین کلیہ ۵)۔

مرحلہ ثانویہ (جونیئر) کے بارے میں کہتے ہیں کہ 'اس درجہ میں ان علوم وفنون والسنہ وکتب وغیرہ کو تجویز کیا گیا ہے جو کہ مذہبی ودنیاوی زندگی کی ضروری آسانیاں پیدا کرنے والے ہیں۔ اسی طرح مرحلہ ثالثہ کی حیثیت تحسینیات جیسی ہے اور تخصص کے مرحلہ کو وہ بطور مکملات المصالح یعنی 'تکمیل کے درجات' قرار دیتے ہیں (اصول وقوانین ۲۴)۔

مولانا نے تعلیمی کیلنڈر اور تقسیم اوقات کا بھی بخوبی خیال رکھا ہے چنانچہ کہتے ہیں کہ 'تدریس کا ابتدائی سال نصف ماہ شوال سے شروع ہوگا اور انتہاء نصف شعبان پر ہوگی' اور 'سال بھر میں تقریباً ساڑھے سات مہینے تعلیم میں خرچ ہوں گے یعنی سالانہ تعطیل، ہفتہ وار تعطیل اور ایام امتحان کو منہا کر دینے کے بعد جو زمانہ بچتا ہے وہ تعلیم کا خاص زمانہ ہے' (اصول وقوانین ۲۶)۔

وہ مزید فرماتے ہیں کہ روزانہ تدریس چھ گھنٹے ہوگی مگر ہر گھنٹہ پچاس منٹ کا شمار کیا جائے گا۔ تدریس ہمیشہ دس بجے سے لے کر چار بجے تک ہوا کرے گی (تاہم اسے حسب ضرورت مقدم ومؤخر کیا جاسکتا ہے)۔ ابتدائی مرحلے میں داخلے کی عمر ۵ سال ہوگی اور ابتدائی سال میں تعلیم فقط چار گھنٹے دی جائے گی جب کہ مرحلہ ثانویہ میں مولانا نے مقدار تعلیم ۳۶ گھنٹہ فی ہفتہ مقرر کی ہے۔ دوران سال تعطیل مولاناؒ نے صرف ۸ دن تجویز کی ہے یعنی ۶ دن عید الاضحیٰ کے اور دو دن عاشورہ کے۔

نصاب اور نصابی کتب

دینی مدارس کے لوگ عموماً نصاب (Curriculum) اور نصابی کتب (Text books) میں فرق نہیں کرتے بلکہ نصاب کا لفظ نصابی کتب کے لیے استعمال کرتے ہیں جب کہ جدید اصطلاح میں نصاب سے مراد یہ طے کرنا ہے کہ کیا پڑھایا جائے گا یعنی مواد تدریس کا تعین اور پھر اس نصاب کے مطابق نصابی کتب کی تیاری یا انتخاب کا مرحلہ آتا ہے۔ علوم کی تقسیم میں بھی اسلامی روایت اور آج کل کی رائج مغربی تعلیم کے تصورات میں فرق ہے۔ اسلامی روایت میں علم سے مراد ہے علم وحی یعنی قرآن وسنت اور دیگر علوم (Disciplines) جن میں عقل ومہارت کا دخل ہو انہیں فنون کہا جاتا ہے یا علوم آلیہ یعنی وہ علوم جو بنیادی علم سے براہ راست متعلق ہوں جیسے عربی زبان، اسلامی فقہ، تاریخ وغیرہ۔ انہیں معاون علوم بھی شمار کرلیا جاتا ہے۔ مغربی تہذیب کے تعلیمی تصورات میں علوم کی دو بڑی تقسیمات ہیں: عمرانی یا سماجی علوم (جیسے تاریخ، فلسفہ، معاشیات وغیرہ) اور خالص سائنسی علوم (جیسے ریاضی، کیمیا، طبیعیات وغیرہ)۔ مذہب اور لسانیات سماجی علوم کا ایک جز وگردانے جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جدید یونیورسٹیوں میں شعبۂ علوم اسلامیہ عموماً فیکلٹی آف سوشل سائنسز کا ایک حصہ ہوتا ہے۔

بہرحال اس تمہید کے بعد عرض یہ ہے کہ مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کا مرتب کردہ نصاب ایک جامع نصاب ہے جس میں مرکزی حیثیت قرآن وحدیث کو دی گئی ہے جنہیں وہ بنیادی علوم میں شمار کرتے ہیں۔ معاون علوم میں، جنہیں وہ اکثر فنون کہتے ہیں، تمام اہم عمرانی اور سائنسی علوم شامل ہیں۔ لسانیاتی پالیسی کو وہ الگ بیان کرتے ہیں اور اس کے بعد دنیاوی مہارتوں کا ذکر کرتے ہیں۔ ہم اسی ترتیب سے ان کے مرتب کردہ نصاب کی کچھ تفصیلات آپ کے سامنے رکھتے ہیں:

قرآن وحدیث

جیسا کہ معروف ہے کہ ملا نظام الدین سہالویؒ نے درس نظامی کے نام سے جو نصاب ترتیب دیا تھا اس میں قرآن وحدیث کو مرکزی حیثیت حاصل نہ تھی۔ اس میں یہ حکمت پیش نظر رکھی گئی تھی کہ قرآن وحدیث کی ایک ایک کتاب (بیضاوی اور مشکوٰۃ) پڑھا کر معاون اسلامی علوم اور دنیوی علوم میں انہیں

طاق کر دیا جائے تا کہ فارغ التحصیل ہو کر جب وہ مسلم ریاست اور معاشرے کے مفید رکن بن جائیں اور باروزگار ہو جائیں تو ان کی علمی بنیادیں اتنی مضبوط ہوں کہ مزید علم کا حصول یا تطبیقی مرحلہ ان کے لیے آسان ہو۔ مولانا مدنیؒ اس حکمت یا پالیسی کو رد کر دیتے ہیں، اسے عیب گردانتے ہیں اور قرآن وحدیث کو اپنے نصاب میں مرکزی حیثیت دیتے ہیں (اصول وقوانین کلیہ ۱۰)۔

من جملہ دوسرے دلائل واسباب کے مولانا کے موقف کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ اب مسلم حکومت موجود نہ تھی اور انگریز کی استعماری حکومت کے لیے کارکن تیار کرنا انہیں درکار نہ تھا۔ جب سرکاری ملازمتیں میسر نہ تھیں تو ان کا رجحان یہ ہوا کہ طلبہ اسلامی علوم تو جم کر پڑھیں لیکن روزگار کے لیے وہ ایسی مہارتیں حاصل کر لیں جو اس وقت کے معاشرے کے ماحول اور ضرورت کے مطابق انہیں روزگار مہیا کر سکیں۔ اس حکمت اور اصول کے مطابق مولانا نے قرآن وحدیث کو بنیادی علوم قرار دیتے ہوئے جو کتابیں تجویز کیں وہ یہ تھیں:

قرآن وعلوم القرآن

تین سالہ پرائمری میں ناظرہ قرآن کی تکمیل وتجوید کی مشق۔ مولانا کا اصرار ہے کہ بچوں کو قرآن پڑھانے والا قاری ماہر تجوید ہونا چاہیے تا کہ بچوں کے مخارج ابتداء ہی سے درست ہو جائیں۔ پانچ سالہ ثانویہ کے پہلے چار سالوں میں ترجمۂ قرآن از حضرت شیخ الہندؒ کی تکمیل اور چوتھے و پانچویں سال میں موضح القرآن از شاہ عبدالقادرؒ۔ ۸ سالہ مرحلۂ عالیہ میں تین تفسیریں یعنی تفسیر عزیزی، جلالین اور بیضاوی مع الفوز الکبیر اصول تفسیر میں۔

حدیث وعلوم الحدیث

۱۔سیرۃ النبیؐ: ابتدائیہ کے دوسرے سال میں سیرۃ النبیؐ میں رسالہ 'ہمارے نبیؐ' اور سال سوم میں 'خاتم الانبیاء'۔ اسی طرح ثانویہ کے پہلے سال میں 'رحمۃ للعالمینؐ' جلد اول۔ عالیہ کے سال خامس میں شمائل ترمذی اور قاضی عیاض کی الشفاء۔

۲۔متون حدیث: عالیہ کے سال اول میں چہل حدیث از مولانا اصغر حسین دیوبندی واربعین نووی۔ سال ثانی وثالث میں اعلاء السنن و کتاب الآثار لامام محمد۔ سال چہارم میں مؤطا امام محمد، سال سادس

میں مشکوٰۃ المصابیح اور سال سابع میں ترمذی، مسلم اور ابن ماجہ جب کہ سال ثامن میں بخاری، ابوداؤد، نسائی اور شرح معانی الآثار۔

۳۔اصول حدیث: عالیہ سال خامس میں شرح نخبۃ الفکر۔ سال سادس میں الفیۃ العراقی فی اصول الحدیث

تفصیل بالا سے ظاہر ہے کہ مولانا کے تجویز کردہ نصاب میں نہ صرف قرآن وحدیث کا مواد زیادہ ہے بلکہ دیوبند اور اس کے تتبع میں کام کرنے والے اکثر پاکستانی مدارس میں عالمیہ کے آخری سال میں دورۂ حدیث (یعنی مرور سریع جس میں تحقیق وتدبر کا موقع کم ملتا ہے) کے تصور کے بھی خلاف ہے اور انہوں نے مطالعۂ متن حدیث کو مختلف مراحل میں پھیلا دیا ہے تاکہ متون کتب حدیث کا سنجیدہ مطالعہ کیا جا سکے۔

اسلامیات: (قرآن وحدیث، سیرت وفقہ اور سوانح کے علاوہ عقیدہ وکلام وغیرہ) پرائمری سال اول: وضو اور نماز کی عملی تعلیم۔ قاعدہ تعلیم الاسلام وتعلیم الاسلام ۱، مع کتابت۔ سال ثانی: تعلیم الاسلام ۲۔ سال ثالث: تعلیم الاسلام ۳، ۴۔ ثانویہ سال ثالث ورابع: عقائد اسلام مصنفہ حقانی۔ عالیہ سال اول کتاب الصلوٰۃ از ملتقی الابحر۔ سال خامس شرح عقائد نسفی وشرح نخبۃ الفکر۔ سال سادس شرح عقیدہ طحاویہ۔ سال سابع: حجۃ اللہ البالغہ۔

معاون اسلامی علوم وفنون: ان میں مندرجہ ذیل عمرانی علوم شامل تھے:

تاریخ: ثانویہ کے سال ثانی میں تاریخ الامہ (عرب قبل از اسلام۔ سال ثالث میں تاریخ الحریہ فی الاسلام از محمد دین فوق، سال رابع میں تاریخ الاسلام ۴، سال خامس میں تاریخ سندھ قدیم وتاریخ الامہ۔ عالیہ کے سال اول میں فصول اکبری، تاریخ سلاطین ہند عہد اسلام از اکبر خان نجیب آبادی وتاریخ حروب صلیبین از شرر لکھنوی۔ سال دوم: تاریخ آل عثمان از مولوی انشاء اللہ خاں۔ سال ثالث میں آئینۂ حقیقت نما از اکبر خاں نجیب آبادی وتاریخ اندلس وسپین۔ سال رابع میں تاریخ ترکیہ جدیدہ اور سلطان نورالدین محمود۔ سال خامس میں آئینۂ حقیقت نما، تاریخ افغان جدید۔ ہندوستان در عہد اورنگ زیب از مرزا سمیع اللہ بیگ، آزادئ ہند مصنفہ انڈریوز، کشف الغمہ عن جمیع الامہ للشعرانی۔

تاریخ کے اس بھاری بھر نصاب سے اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا مدنیؒ تاریخ قدیم وجدید کو کتنی اہمیت دیتے ہیں۔

جغرافیہ: ابتدائیہ کے تیسرے سال میں صوبے کا جغرافیہ، ثانویہ سال اول میں جغرافیۂ ہند مع نقشہ، سال سوم میں جغرافیہ ایشیا مع نقشہ۔

قانون (فقہ واصول فقہ): ثانویہ سال اول میں رسالہ علم الفقہ ۱، ۲ از مولانا عبدالشکور۔ سال ثانی میں علم الفقہ ۲، ۳۔ سال ثالث میں علم الفقہ ۴، ۵۔ عالیہ کے سال دوم میں اصول شاشی۔ سال ثالث میں نورالانوار کامل وشرح نقایہ لملاعلی قاری یا شرح وقایہ نصف اول۔ سال رابع میں توضیح کامل وہدایہ اولین۔ سال خامس میں ہدایہ آخرین وفواتح الرحموت۔ سال سادس میں بقیہ فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت۔ سال سابع میں بدایۃ المجتہد لابن رشد [تقابلی مطالعہ] اور سال ثامن میں دستور انگلستان [تقابلی مطالعہ]۔

منطق وفلسفہ: ثانویہ کے سال رابع میں تیسیر المنطق۔ خامس میں ایساغوجی وقال اقول۔ عالیہ سال دوم میں قطبی تصدیقات۔ سال ثالث: قطبی تصورات معہ میر۔ سال رابع: سلم العلوم۔

معاشیات: ثانویہ کے سال رابع میں کنگال ہندوستان۔ سال خامس میں مظلوم کسان۔ عالیہ کے سال ثالث ورابع میں معاشیات ہند للبرنی۔

سوانح: ثانویہ سال اول: اورنگزیب از شبلی نعمانی، سال ثانی: حیاۃ سلطان صلاح الدین مصنفہ حکیم احمد حسین، سال رابع میں الفاروق از شبلی نعمانی اور سال خامس میں سیرۃ عمر بن العزیز وسیرۃ النعمان۔ عالیہ کے سال سادس میں اسوۂ صحابہ از عبدالسلام ندوی۔

سیاسیات: عالیہ سال اول: گوکھلے کی تقریریں۔ سال خامس میں اصول سیاست از اجمل خاں۔ سال سادس وسابع میں اصول السیاسہ از لی کاک اور سال ثامن میں دستور انگلستان۔ علم سیاست کے اس براہ راست مطالعے کے علاوہ تاریخ قدیم وجدید کا مطالعہ بھی سیاسی معرفت مہیا کرتا ہے۔

تقابل ادیان و مذاہب (مناظرہ): عالیہ سال رابع : رشیدیہ فی المناظرہ۔سال خامس میں مطالعۂ عیسائیت، سال سادس میں مطالعہ ہندومت (آریہ) سال سابع میں مطالعۂ قادیانیت واہل تشیع۔

سائنسی مضامین

ریاضی: پرائمری سال اول میں گنتی لکھنا اور یاد کرنا اور دس تک پہاڑے۔سال ثانی میں جمع، تفریق، ضرب، تقسیم بسیط۔سال ثالث میں، جمع تفریق ضرب تقسیم بسیط ومرکب۔ثانویہ سال اول: مقسوم علیہ اعظم وذواضعاف اقل۔سال ثانی: کسور اشاریہ واربع متناسبہ۔سال ثالث: متناسبہ وسود متی کا ٹاوغیرہ۔ سال سادس: شرح چغمینی۔

سائنس: ثانویہ سال ثالث میں جدید سائنس اور سال رابع میں سائنس اور اسلام

انجینئرنگ وڈرائنگ: ثانویہ سال اول: نقشہ نویسیٔ اشجار، سال ثالث میں نقشہ نویسیٔ عمارات و مساحت۔سال خامس میں مساحت واقلیدس مقالہ اول۔

فلکیات/اسٹرانومی: عالیہ سال خامس: تصریح الافلاک۔سال سادس: مسامرہ شرح مسائرہ

ٹیکنالوجی/دستکاری: ثانویہ سال اول، ثانی، ثالث، رابع اور خامس۔عالیہ سال اول، ثانی، ثالث، رابع اور سادس۔اس زمانے کی مروج دستکاریاں جیسے چرخہ چلانا اور کپڑا بننا، حدادی (لوہے کا کام) نجاری (بڑھئی کا کام)، خیاطت (کپڑا سینا)، گھڑی سازی، جلد بندی، چمڑا رنگنا، بوٹ وغیرہ بنانا اور صیاغت (سونار کا کام) وغیرہ (اصول وقوانین کلیہ، رقم ۱۵)

لسانیات: زبانیں سکھانے کے معاملے میں مولانا کی پالیسی بہت ارفع ہے۔وہ کہتے ہیں: ''اس نصاب میں پانچ زبانوں کی تعلیم کا لحاظ رکھا گیا ہے۔بنگلہ (صوبہ کی زبان) اردو، فارسی، انگریزی، عربی مگر اوّل الذکر (بنگلہ) کو بوجہ صوبہ کی زبان ہونے کے اور آخر الذکر (عربی) کو بوجہ مذہبی اور علمی زبان ہونے کے زیادہ اہمیت دی گئی ہے۔باقی ماندہ السنہ ثلاثہ (اردو، فارسی اور انگریزی) کو بقدر ضرورت لازم کیا گیا ہے۔البتہ اردو زبان چونکہ ہندوستان میں مسلمانوں کی مشترکہ زبان ہے اور علمی زبان ہونے کا فخر بھی حاصل کر چکی ہے۔پھر انگریزی چونکہ حکومت کی زبان ہے اور بہت سے وہ دنیاوی کاروبار جن سے کوئی

شخص تازیست مستغنی نہیں ہوسکتا، اس سے متعلق ہیں اس لیے اس کو فارسی زبان پر فوقیت دی گئی ہے'' (اصول وقوانین کلیہ، رقم ۹)۔

تبلیغ کے لیے بین الاقوامی زبانیں سیکھنے کی حمایت کرتے ہوئے وہ کہتے ہیں: ''سال ثالث سے طلباء درجہ کو زبان ہائے ذیل میں سے کوئی ایک زبان سیکھنی ہوگی: سنسکرت، برہمی، سیامی، تامل کھاسیا اوڑیا وغیرہ تا کہ بوقت ضرورت ان ملکوں میں تبلیغ کر سکیں'' (اصول مخصوصہ نصاب درجہ عالیہ، رقم ۴)۔

ذریعۂ تعلیم کے بارے میں ان کی رائے یہ ہے کہ بچوں کو (پرائمری میں) حساب اور گنتی صوبہ کی (یعنی مقامی) زبان میں سکھائی جائے اور جغرافیہ اور نقشہ بھی اگر صوبہ کی زبان میں پایا جائے تو اس میں سکھایا جائے۔ پریڈ بھی اردو یا صوبہ کی زبان میں ہونا چاہیے (اصول نصاب ابتدائیہ، ۱۰، ۱۴، ۱۵)۔ عربی علوم وفنون کے لیے البتہ وہ عربی ذریعہ تعلیم ہی کی سفارش کرتے ہوئے کہتے ہیں: ''اس نصاب میں فنون کو حتی الوسع ملکی زبان میں تعلیم دینے کی کوشش کی گئی ہے البتہ عربی علوم وفنون کو مختلف مصالح کی بناء پر عربی زبان میں ہی تعلیم دینا ضروری خیال کیا گیا ہے۔ عربی زبان کے سوا اور دوسری زبانیں محض بحیثیت زبان تعلیم دی جائیں گی'' (اصول وقوانین کلیہ، رقم: ۱۷، ۱۸)۔

یہ زبانیں مولانا کس تدریج کے ساتھ اور کن کتب کے ذریعے سکھانا چاہتے ہیں، اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

بنگلہ: ابتدائیہ سال اول: قاعدہ بنگلہ اور بنگلہ کی پہلی کتاب از مزمل حق ومکتب ریڈر بنگلہ حصہ اول۔ سال ثانی: بنگلہ کی تیسری کتاب ومکتب ریڈر ۲۔ سال ثالث: بنگلہ کی چوتھی کتاب (سکتا پار) مصنفہ افضل النساء خاتون مع املاء وکتابت۔ ثانویہ سال اول: بنگلہ کی پانچویں کتاب (سول سہاتھا) مصنفہ قاضی عبدالحق مع تحریر۔ سال ثانی: سہاتھا کسوم مع تحریر از سعادت علی خان۔ سال ثالث: ادبیات بنگلہ از قاضی امدادالحق۔ سال رابع: ادبیات بنگلہ۔ عالیہ سال اول: مشق تقریر۔

فارسی: ثانویہ سال اول: فارسی کی پہلی کتاب مع دبستان دانش۔ سال ثانی: فارسی کی دوسری وتیسری کتاب مع تحریر ومصادر۔ سال ثالث: گلستان سعدی یا چوتھی کتاب فارسی۔ عالیہ سال اول: مشق

اردو: ابتدائیہ سال ثانی: اردو کی پہلی کتاب مع کتابت۔ سال ثالث: اردو کی دوسری و تیسری کتاب مع املاء و کتابت۔ ثانویہ سال اول: قواعد اردو ۱، ۲ از اسماعیل میرٹھی۔ سال ثانی: سفینۂ اردو و آئین اردو۔ سال ثالث: آئین اردو و مضامین الکلام۔ سال رابع: آئین اردو وکلام جوہر و اقبال، مشق تقریر۔ سال خامس: دیوان غالب

انگریزی: ثانویہ سال اول: کنگ پرائمر و فرسٹ ریڈر۔ سال ثانی: سیکنڈ ریڈر مع کتابت۔ سال ثالث: انگریزی ریڈر ۳۔ سال رابع: انگریزی ریڈر ۴ مع املاء و کتابت۔ عالیہ سال اول: مشق تقریر

عربی (زبان، ادب اور بلاغہ): ابتدائیہ سال اول: قاعدہ عربی۔ ثانویہ سال ثالث: رسالہ علم الصرف ۱، ۲ از مولوی مشتاق احمد و صفوۃ المصادر۔ سال رابع: درایۃ الادب و مدارج القرأۃ، رسالہ علم الصرف و صرف میر، نحو میر و سلم الدروس العربیہ للغالینی۔ عالیہ سال اول: الدروس العربیہ ۳، ۴، الفیہ ابن مالک، نفحۃ الیمن، ازہار العرب، مجموع الادب فی فنون العرب۔ سال دوم: الفیہ ابن مالک و ابن عقیل، مقامات حریری۔ سال ثالث: دیوان متنبی، شرح ثمر قندیہ فی الاستعارات یا شرح تحفۃ الاخوان للدردیر و نفح الطیب و معانی فن اول۔ سال رابع: مختصر المعانی، دیوان حماسہ، المحاسن والاضداد للجاحظ، مشق تقریر۔ سال خامس: سبعہ معلقہ، دیوان معری۔ سال سادس: ادب الکتاب للصولی۔ سال سابع: ادب الکتاب و سال ثامن: مشق تحریر☆

نصاب (ونصابی کتب) کی اہم خصوصیات

۱۔ مولانا کی وسعت نظر اور وسعت ظرف دیکھیے کہ اپنے نصاب میں قدیم عرب مصنفین کے علاوہ انگریزوں (علم السیاسۃ میں لی کاک اور تاریخ ہند پر انڈریوز) اور ہندوؤں (گوکھلے کی تقریریں) کی کتابیں لگائی ہیں اور مسلم معاصرین کی بھی۔ جدید اور غیر روایتی علماء میں سے ابوالکلام آزاد و شبلی اور جدید انگریزی تعلیم یافتہ سکالروں میں سے علامہ اقبال اور محمد علی جوہر اور معاصر ادیبوں میں سے شرر لکھنوی اور محمد حسین آزاد بلکہ آدمی یہ دیکھ کر حیران رہ جاتا ہے کہ وہ فاضل دیوبند ہیں اور مسجد نبوی کے مدرس ہیں لیکن انہوں نے علی گڑھ، جامعہ ملیہ اور جامعہ عثمانیہ کی کتابیں اپنے ہاں داخل نصاب کی ہیں۔

....

☆ تعجیل میں ممکن ہے بعض کتب کا محل صحیح نہ ہو یا متعین کرنا رہ گیا ہو۔ نظر ثانی میں اس کا ازالہ کر دیا جائے گا، ان شاء اللہ۔

۲۔ نصاب کی وسعت اور بوقلمونی دیکھیے: **قرآن حکیم** میں وہ قدیم کے علاوہ جدید ترجمہ وتفسیر کی طرف بھی متوجہ ہوتے ہیں (شیخ الہندؒ کا ترجمہ اور تفسیر عزیزی) اور اس کی اہمیت ان کے ہاں دیکھیے کہ وہ ترجمۂ قرآن کی تکمیل ساتویں جماعت (یعنی مڈل) میں کر دیتے ہیں (کیونکہ پرائمری ان کے ہاں تین سال کا ہے) یعنی باقاعدہ کتابیں شروع کرنے سے بھی ایک سال پہلے تاکہ طلبہ جب کتابیں شروع کریں تو قرآن حکیم ترجمہ کے ساتھ پڑھ چکے ہوں اور اسے سمجھ سکتے ہوں۔ **حدیث** میں آج کل مروجہ آخری سال کے دورۂ حدیث کی بجائے وہ مطالعہ حدیث کو کئی سالوں میں پھیلا دیتے ہیں تاکہ طلباء کتب حدیث کا بالاستیعاب اور گہرا مطالعہ کر سکیں اور یہ ان کے ذہن وقلب پر اثر انداز ہو سکیں۔ **فقہ** میں وہ فقہ مقارن (تقابلی مطالعے) کے علمبردار ہیں۔ تقابلی مطالعہ بین المسالک بھی (بدایۃ المجتہد اور اہل تشیع) اور بین الاقوامی قانون کے ساتھ بھی (دستور برطانیہ)۔ **تقابل ادیان** کا اہتمام بھی ان کے ہاں موجود ہے اور انہوں نے عیسائیت، ہندومت اور قادیانیت کا مطالعہ لازمی رکھا ہے۔ **دعوت وارشاد** کی ان کے ہاں خصوصی اہمیت ہے۔ وہ طلبہ کی تقریری وتحریری صلاحیتیں بڑھانے اور تبلیغ و دعوت کے لیے اردو اور انگریزی کے علاوہ ایک بین الاقوامی زبان سیکھنے پر بھی اصرار کرتے ہیں۔

قرآن وحدیث اور معاون علوم کے گہرے مطالعے کے ساتھ ساتھ انہوں نے عمرانی اور سائنسی علوم بھی نصاب میں شامل کیے ہیں۔ **عمرانی علوم** میں انہوں نے تاریخ، جغرافیہ، منطق، فلسفہ، قانون اور ادب کو شامل نصاب کیا ہے جب کہ **سائنسی علوم** میں سے وہ ریاضی (الجبرا و جیومیٹری)، سائنس، فلکیات (اسٹرانومی)، ہندسہ (انجنیئرنگ) اور طب کو شامل نصاب کرتے ہیں۔

انگریزی کی اہمیت

لسانی پالیسی میں انگریزی ان کے ہاں لازمی ہے لیکن چوتھی جماعت سے جو ان کے ہاں مڈل (متوسطہ) کی ابتداء ہے۔ جب کہ بنگالی (مقامی زبان)، اردو اور فارسی کو بھی وہ لازمی قرار دیتے ہیں؛ اور عربی زبان، ادب اور بلاغہ کا گہرا مطالعہ تو شامل نصاب ہے ہی۔ ان زبانوں کا مطالعہ صرف پڑھنے کی حد تک نہیں بلکہ ان میں تقریر وتحریر کی مشق پر بھی ان کی خصوصی توجہ ہے اور وہ ٹائم ٹیبل میں ہفتے میں دو

دن اس کے لیے مختص کرتے ہیں۔

مدرسے کا مختلف تصور

ہم تکرار کے خدشے کے باوجود یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ ہمارے آج کے علماء کرام کو یہ سوچنا چاہیے کہ مولانا کے ہاں نصاب کی یہ وسعت کیوں ہے اور آج کے دینی مدارس میں یہ وسعت کیوں نظر نہیں آتی؟ ہمارے نزدیک دینی مدارس کا یہ جواز اور دلیل بہت کم زور ہے کہ ریاست عمومی تعلیم دے رہی ہے اور وہ دین کی خصوصی تعلیم دے رہے ہیں لہٰذا ان پر دنیوی علوم پڑھانے کا بار نہ ڈالا جائے یا اس کا مکلف نہ ٹھہرایا جائے اور اسی دلیل کے سہارے وہ حکومتِ پاکستان اور ہمارے جیسے خواہانِ اصلاح کی باقاعدہ مزاحمت کرتے ہیں لیکن مولانا مدنیؒ کی تعلیمی و نصابی اسکیم سے ظاہر ہے کہ وہ اس دلیل کو بے وزن سمجھتے ہیں جس کا ثبوت یہ ہے کہ ان کے ہاں تعلیم کا دورانیہ 6 یا 8 سال نہیں بلکہ 16 سال ہے اور اس کے بعد تخصص بھی ہے۔ پھر ان کے ہاں نصاب میں محض قرآن، حدیث، فقہ اور عربی جیسے مذہبی علوم ہی نہیں بلکہ بہت سے عمرانی اور سائنسی علوم اور ٹیکنالوجی بھی موجود ہے جس کا مطلب اس کے سوا کچھ لیا ہی نہیں جاسکتا کہ ان کے پیش نظر وحدت تعلیم اور مکمل تعلیمی ڈھانچہ ہے جس میں وہ ایک متوازن اور ہمہ جہت شخصیت آدمی تیار کرنا چاہتے ہیں جو دین و دنیا اور مسجد و معاشرے دونوں کے لیے مفید ہو اور ان میں کامیاب ہو سکے اور آج کے دینی مدارس کی طرح ان کے پیش نظر صرف مذہبی علوم کے ایسے ماہرین (علماء) تیار کرنا نہیں جو مسجد و مدرسہ کے علاوہ کسی اور کام کے نہیں ہوتے۔

وسیع تر مطالعہ

نصاب کی لازمی/ درسی کتابوں (Text Books) کے علاوہ ان کے مجوزہ نصاب میں ایک ترغیبی مطالعے (Recommended Books) کا نظام موجود ہے جسے وہ 'کتب مطالعہ' قرار دیتے ہیں لیکن اِن کی اہمیت مولانا کے نزدیک اتنی زیادہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ امتحان میں ان کتب میں سے چیزیں آسکتی ہیں۔ اِس طرح انہوں نے ان ترغیبی کتب کے مطالعہ کو بھی تقریباً لازمی بنا دیا ہے۔ وہ طلباء کی علمی پیش رفت کے اتنے حریص ہیں کہ لائبریری (دارالمطالعہ) میں جا کر مطالعے کو انہوں نے ٹائم ٹیبل کا لازمی حصہ بنا دیا ہے اور دوپہر کی نماز کے بعد 15 منٹ بجتے ہیں تو ان کا اصرار ہے کہ طلبہ یہ وقت بھی لائبریری

میں گزاریں۔ حالات حاضرہ (Current Affairs) سے واقفیت کے لیے وہ طلبہ کے لیے اخبارات و جرائد کا مطالعہ بھی لازمی قرار دیتے ہیں جس کا آج کے مدارس میں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

فزیکل ایجوکیشن

جس طرح آج کل کے سکولوں میں فزیکل ایجوکیشن اور سپورٹس پالیسی ہوتی ہے اسی طرح مولانا نے اپنے نصابی ڈھانچے میں ڈرل اور پریڈ کو لازمی رکھا ہے تاکہ طلبہ کی صحت اچھی رہے اور وہ باقاعدگی سے ورزش کریں۔ اسی طرح انہوں نے اپنے طلبہ کے لیے مارشل آرٹس کی تعلیم لازمی رکھی ہے تاکہ نوجوان طلبہ میں فتوت وسپہ گری پروان چڑھے۔

روزگار کو اہمیت

آج کل کے عمومی تعلیم کے کالج اور یونیورسٹیاں ایسے فنون سکھاتی ہیں جن سے طلبہ کو ملازمت مل سکے اور ان کے ہاں طلبہ کے لیے کسی پیشے کے انتخاب یا تعلیمی مرحلے کے آخر میں مشاورتی اور معاوناتی شعبے (Counseling Centres/Placement Bureaus) موجود ہوتے ہیں۔ مولاناؒ کی فراست دیکھیے کہ ان کے زمانے میں جتنی ٹیکنالوجیز اور دستکاریاں ہو سکتی تھیں وہ انہوں نے نصاب کا حصہ بنا دیں اور ثانویہ وعالیہ کے تقریباً ہر سال میں وہ لازمی رکھیں تاکہ ہر طالب علم کسی نہ کسی ہنر میں طاق ہو جائے اور اسے روزگار کا مسئلہ پیش نہ آئے کہ وہ اپنے اہل وعیال کے لیے روٹی کیسے کمائے گا۔

دینی مدارس کے لیے یہ مقام عبرت ہے کہ مذکورہ اقدامات میں سے ایک دو کو چھوڑ کر مولانا مدنیؒ کی تجویز کردہ باقی ساری چیزیں آج کے دینی مدارس میں موجود نہیں حالانکہ انہوں نے یہ چیزیں ۱۹۴۳ء کے غلام ہندوستان میں تجویز کی تھیں۔ جب کہ آج ۲۰۱۳ء میں ہمارے علماء کرام ایک آزاد اسلامی جمہوریہ پاکستان میں رہتے ہیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

تخصص کا اسلوب

ہمارے ہاں بڑے دینی مدارس میں عالمیہ کے بعد تخصص کا رواج اب ہو چلا ہے لیکن وہ بھی قدیم انداز میں اور فقہ اور حدیث جیسے روایتی مذہبی مضامین تک محدود ہے۔ مولانا کی وسعت نظر دیکھیے کہ وہ درجۂ تخصص میں (جسے وہ درجۂ تکمیل کہتے ہیں) مذہبی علوم (قرأت، تفسیر، فقہ اور دعوت وارشاد) کے

علاوہ لسانیات (عربی، اردو، فارسی اور انگریزی)، عمرانی علوم (فلسفہ، منطق، ادب، علم التعلیم) اور سائنسی علوم (ریاضی [بشمول الجبراء وجیومیٹری]، طب (میڈیسن) ہندسہ (انجنیئرنگ) کو بھی شامل کرتے ہیں۔

مولانا کی یہ تجاویز انقلابی ہیں اور ہمارے دینی مدارس کے ان علماء کے لیے لمحۂ فکریہ جو کہتے ہیں کہ ہمارے مدارس صرف قرآن، حدیث، فقہ جیسے مذہبی علوم کے لیے ہیں، ہم دنیوی علوم کیوں پڑھائیں؟ حالانکہ وہ ایک مسلم ریاست میں رہتے ہیں جبکہ مولانا مدنیؒ یہ بات 1933ء میں انگریز کے دور میں کہہ رہے ہیں۔

تربیت طلبہ

مولانا تربیت طلبہ کو بہت اہمیت دیتے ہیں اور اسے اساتذہ کی ذمہ داری قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں:

''مدرسین کو لازم ہے کہ اپنی وضع قطع علمی اور روحی کیفیات ایسی بنائیں جس کا نہایت عمدہ اثر طلباء پر پڑے اور حتی الوسع نہ صرف ممنوعات ومکروہات سے اپنے آپ کو محفوظ رکھیں بلکہ مواقع تہمت اور لایعنی امور سے بھی اسی طرح گریزاں رہیں جس طرح سانپ اور بچھو سے گریزاں رہتے ہیں۔ طلباء کی اخلاقی اصلاح کی ذمہ داری مدرسین اور صرف مدرسین ہی پر ہے۔''

''مدرسین پر لازم ہے کہ وہ طلبہ کی طرف سے تغافل کو کسی طرح روانہ رکھیں اور ان کی تعلیمی جانچ پڑتال اور خبر گیری رکھتے ہوئے اخلاقی حالات کو بھی ہمیشہ زیر نظر رکھیں اور ہمیشہ حکمت اور موعظہ حسنہ سے ان کی اصلاح کرتے رہیں۔''

اعلیٰ اخلاقی وتعلیمی کارکردگی پر وہ حوصلہ افزائی کے انعام اور خصوصی نمبر دینے کی بھی سفارش کرتے ہیں۔ یہ بات بھی نوٹ کرنے کی ہے کہ تربیت طلبہ میں وہ بہت باریک بین ہیں چنانچہ مدرسے اور ہوسٹل میں وہ چھوٹی اور بڑی عمر کے بچوں کو اکٹھے رکھنے کی مخالفت کرتے ہیں تاکہ اخلاقی مفاسد سے بچا جا سکے۔ اس کے لیے وہ یہاں تک اصرار کرتے ہیں کہ اگر ایک جماعت میں چھوٹی اور بڑی عمر کے لڑکے ہوں تو بڑی عمر کے لڑکوں کا سیکشن الگ کر دیا جائے۔

اساتذہ کا کردار

اساتذہ کسی بھی نظام تعلیم کی ریڑھ کی ہڈی ہوتے ہیں۔ نصاب اگر کسی پہلو سے ناقص بھی ہو تو اچھا استاد اس کی کمی پوری کر سکتا ہے۔ مولانا اپنی تعلیمی اسکیم میں اساتذہ پر زور دیتے ہیں کہ وہ پوری تیاری کر کے کلاس میں جائیں۔ لکھتے ہیں:

''مدرسین کو لازم ہے کہ کتابوں کا اچھی طرح مطالعہ کر کے پڑھایا کریں اور طلباء کو صحیح مطالب سہل طریقہ پر سمجھایا کریں۔'' (قوانین ۱۹)

''مدرسین پر لازم ہے کہ وہ طلبہ کی طرف سے تغافل کو کسی طرح روا نہ رکھیں اور ان کی تعلیمی جانچ پڑتال اور خبر گیری رکھتے ہوئے اخلاقی حالات کو بھی ہمیشہ زیر نظر رکھیں اور ہمیشہ حکمت اور موعظہ حسنہ سے ان کی اصلاح کرتے رہیں۔'' (قوانین ۱۳)۔

یونیفارم

مولانا تجویز کرتے ہیں کہ مدرسہ کے سب طلبہ کی یونیفارم ایک ہونی چاہیے نیز وہ غیر ملکی کپڑا پہننے کی اجازت بھی نہیں دیتے اور اصرار کرتے ہیں کہ کپڑا مقامی طور پر تیار کیا گیا ہو۔ وہ اساتذہ کے لیے بھی عمامہ اور جبہ لازمی قرار دیتے ہیں تاکہ ان کا وقار اور علمی تشخص قائم رہے۔

نظریاتی تشخص

مولانا فرماتے ہیں کہ دینی مدرسہ کے استاد کا فریضہ صرف مذہبی تعلیم دینا نہیں ہے بلکہ طلبہ کے اندر 'قومیت اور وطنیت' کی روح پھونکنا بھی نہایت ضروری ہے (قوانین ۲۲) اس وقت چونکہ ہندوستان غلام تھا لہٰذا مولانا اپنے طلبہ میں حریت اور آزادی کی روح پھونکنا چاہتے تھے۔ اس پر قیاس کرتے ہوئے آج مدارس کے طلبہ میں اس بات کا شعور پیدا کرنا انتہائی ضروری ہے کہ پاکستان جن اسلامی مقاصد کے لیے بنایا گیا تھا وہ پورے نہیں ہوئے اور پاکستانی معاشرہ مثالی اسلامی معاشرے کی منزل سے ابھی کوسوں دور ہے لہٰذا دینی مدارس کے طلبہ کو مستقبل میں اس سلسلے میں مثبت کردار ادا کرنے میں پرجوش ہونا چاہیے۔ سیاست میں اترنا اس کی واحد صورت نہیں بلکہ علماء کرام معاشرتی اور تعلیمی سطح پر بھی اس ضمن میں انتہائی اہم کردار ادا کر سکتے ہیں (جس کی تفصیل البرہان میں کئی دفعہ آ چکی ہے)

ہم نصابی سرگرمیاں

مولانا طلبہ میں تحریر وتقریر کی صلاحیتیں پیدا کرنے کے بہت حریص ہیں۔ انہوں نے پانچ زبانیں سکھانے کی تجویز دی ہے اور ہر ایک میں وہ تقریر اور تحریر کی صلاحیت پیدا کرنے پر زور دیتے ہیں جبکہ ہمارے مدارس میں آج بھی یہ صورت حال ہے کہ طلبہ آٹھ دس سال عربی سیکھتے ہیں اور نظام الاوقات میں عربی کی تدریس کے اوقات باقی سارے مضامین سے زیادہ ہیں لیکن اس کے باوجود مدارس کے طلبہ نہ عربی بول سکتے ہیں اور نہ اس میں انشاء پر قادر ہوتے ہیں کیونکہ ان کے نظام تعلیم میں عربی کی تقریر وتحریر شامل ہی نہیں۔

مولانا طلبہ کے عمومی مطالعے اور حالات حاضرہ سے واقفیت کے لیے لائبریری میں ان کی مشغولیت پر بھی اصرار کرتے ہیں اور سکول کے تدریسی اوقات میں ڈرل اور پریڈ کے علاوہ عصر کے بعد کھیلوں اور مارشل آرٹس پر بھی زور دیتے ہیں اور اعلیٰ کارکردگی پر طلبہ کی حوصلہ افزائی کے لیے انعام دینا بھی تجویز کرتے ہیں۔

نصاب پر نظر ثانی

نصاب کے تقدس کے مولانا مدنیؒ قائل نہیں اور چاہتے ہیں کہ اس پر نظر ثانی ہوتی رہے چنانچہ اپنے تیار کردہ اس نصاب کے بارے میں کہتے ہیں کہ ہر تین سال بعد اس پر نظر ثانی کی جاتی رہے گی۔

چھوٹا منہ بڑی بات

اگر چہ مولانا ایک بڑے آدمی تھے جیسا کہ زمانے نے بعد میں ثابت کیا کہ ان میں بڑے آدمیوں کی اکثر خوبیاں پائی جاتی تھیں مثلاً سیاسی، دینی اور تعلیمی امور میں صاحب الرائے ہونا، اپنے نصب العین کے لیے مسلسل جدوجہد کرنا اور اس کے لیے ہر قسم کی قربانی دینا، اللہ کے لیے فروتنی اختیار کرنا۔۔۔وغیرہ حالانکہ اس زمانے میں علی گڑھ، جامعہ عثمانیہ، جامعہ ملیہ کے علاوہ دیوبند، ندوہ اور بہت سی دوسری بڑی جامعات اور دینی مدارس موجود تھے اور ان کے چلانے والے جلیل القدر علماء، فضلاء اور ماہرین تعلیم بھی موجود تھے ـــ لیکن اس کے باوجود جب انہوں نے محسوس کیا کہ ان سب کی موجودگی کے علی الرغم ایک نئے اور متوازن نصاب کی ضرورت ہے تو انہوں نے نیا نصاب یہ کہتے ہوئے پیش کیا کہ:

"اس میں شک نہیں کہ تعلیمی حالت پر پوری روشنی ڈالنا اور مکمل اصلاح وترمیم مجھ جیسے

ناواقف اور کم مایہ طالب علم کا کام نہیں مگر جبکہ اکابر قوم کو اس طرف کما حقہ توجہ نہیں تو پھر کم مایہ اشخاص ہی کو قدم بڑھانا پڑتا ہے۔ ملک میں مختلف جماعتیں موجود ہیں جنہوں نے بعض امور کو اپنا مطمح نظر بنا کر دوسرے ضروری مقاصد کو بالکل پس پشت ڈال دیا ہے مگر اس نصاب میں اپنی فہم وتجربہ کی بناء پر وہ صحیح راستہ اختیار کیا گیا ہے جو کہ مسلمانوں کو اصلی اور حقیقی کامیابی کے بام ترقی پر پہنچانے والا ہے" (مقدمہ)۔

راقم السطور (مدیر البرہان) بھی یہ عرض کرتا ہے کہ اگرچہ دینی جامعات کے نامور علماء کرام، ماہرین تعلیم اور مفکرین قوم موجود ہیں جن سے یہ توقع کی جانی چاہیے کہ وہ دینی مدارس اور جدید تعلیم کے معاملے کی نزاکت اور اہمیت کو سمجھیں اور اس پر نظر ثانی بلکہ اس کی تشکیل نو کا بیڑہ اٹھائیں لیکن چونکہ بدقسمتی سے کوئی ایسا نہیں کر رہا اور اکثر لوگ لکیر کے فقیر ہیں اور اسی راستے پر چلنے میں وہ عافیت سمجھتے ہیں جس راستے اور منہج پر ان کے اساتذہ اور آباواجداد عمل پیرا تھے، اور یہی ان کے نزدیک آج بھی تقاضائے عقل ودانش ہے — تو ہم مولانا مدنیؒ کے تتبع میں یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ جب بڑے وہ کام نہ کریں جو انہیں کرنا چاہیے تو ہم جیسے چھوٹوں کو ہی کرنا پڑتا ہے۔ راقم عرصے سے دینی مدارس کے علماء کی خدمت میں دستہ بدستہ عرض کر رہا ہے کہ پاکستان بننے کے بعد اب صورت حال میں نظری لحاظ سے جوہری تبدیلی آ گئی ہے اور اب انہیں قرآن وسنت کے تقاضوں اور منہج سلف کے مطابق مدرسہ ومسجد کے ساتھ ساتھ معاشرے اور ریاست کے لیے بھی کارکن پیدا کرنے چاہئیں اور اس کے لیے مدارس کے موجودہ تعلیمی ونصابی ڈھانچے کی تشکیلِ نو ازبس ضروری ہے لیکن ابھی تک یوں لگتا ہے کہ ہم صحراء میں اذان دے رہے ہیں اور کوئی صاحب ہماری بات پر کان دھرنے کو تیار نہیں۔ لیکن ہم مایوس نہیں، ہم اپنا کام کرتے رہیں گے اور ان شاء اللہ ایک وقت آئے گا کہ دینی مدارس کو ہماری بات میں وزن نظر آئے گا اور ان کے ہاں تبدیلی آئے گی، **وماذلک علی اللہ بعزیز**

تبدیلی کا لائحہ عمل

راقم پچھلے پندرہ سال سے دینی مدارس اور مدارس کے علماء کرام سے مل کر کام کر رہا ہے اور اسے مدارس کے نظام، طریقِ کار اور ذہن کو قریب سے سمجھنے کا موقع ملا ہے۔ بعض جہاندیدہ علماء کرام کو اپنے

نظامِ تعلیم کی خامیوں کا اعتراف بھی ہے اور وہ اصلاح کے خواہاں بھی ہیں لیکن مروجہ رسوم وقواعد اور تعلیمی ڈھانچے (خصوصاً وفاقوں کے نظام) سے ہٹ کر یا اس سے اوپر اٹھ کر سوچنے اور اقدام کرنے کی جرأت اور حوصلہ شاذ ہی کسی میں نظر آتا ہے۔ ہم دینی مدارس کو جن اصلاحات کا مشورہ کئی برسوں سے دیتے آرہے ہیں (اور وہ مطبوعہ بھی موجود ہیں☆) ہم یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ مولانا مدنیؒ نے ان میں سے اکثر و بیشتر کا ذکر اپنے ۱۹۳۳ء کے اِس نصاب میں کیا ہوا ہے۔ اِس سے بڑھ کر مولاناؒ کی عبقریت اور بالغ نظری کا ثبوت کیا ہوگا؟ لیکن افسوس کہ آج پاکستان کا ایک بھی دینی مدرسہ مولانا مدنیؒ کی فکر کے مطابق کام نہیں کر رہا۔

اگرچہ ہمیں یقین ہے کہ دینی مدارس میں ایسے اصحاب فکر ونظر موجود ہیں جو اگر چاہیں تو دینی مدارس کے موجودہ نصاب ونظام کی مولانا مدنیؒ کی فکر کے مطابق تشکیل نو کر سکتے ہیں اور اس کے لیے موجودہ نظام ونصاب میں جوحک واضافہ کرنا پڑے گا اس کا تعین ان کے لیے مشکل نہیں ہوگا۔ تاہم، ہمارا بھی فرض بنتا ہے کہ جب ہم ان کو ثنویت کے خاتمے اور وحدت تعلیم کا مشورہ دے رہے ہیں تو بعض عملی اور آج کے ماحول میں قابل عمل کچھ تجاویز ان کے سامنے پیش کریں تاکہ اس موضوع پر سوچنے والوں کو مہمیز ملے اور جب وہ اس کے حق میں فیصلہ کرنا چاہیں تو مختلف تجاویز کو چھان پھٹک کر اپنی ضرورت اور سہولت کے مطابق وہ کوئی چیز فائنل کر لیں۔

ہماری طالب علمانہ رائے میں پاکستان میں مروّج نظام تعلیم کو مولانا مدنیؒ کی فکر کے مطابق وحدت تعلیم کے تصور پر استوار کرنے کے لیے مندرجہ ذیل چار صورتیں ممکن ہیں جن میں سے ہر ایک میں علماء کرام اور دینی مدارس اپنا کردار ادا کر سکتے ہیں:

پہلی صورت: ایسے علماء کرام کی تیاری جو مسجد و مدرسہ کے ساتھ مسلم معاشرے اور ریاست کے لیے بھی مفید کردار ادا کر سکیں

اس کے لیے تفصیلی تجویز ہم البرہان کے شمارہ دسمبر ۲۰۱۲ء میں دے چکے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے :

ا۔ دینی مدارس پرائمری (۵ سالہ) اور متوسط یا مڈل (۳ سالہ) کا انتظام خود اس طرح کریں کہ بچے کی

دینی تعلیم وتربیت کی مستحکم بنیاد پڑ جائے اور وہ حکومتی مڈل کا امتحان بھی پاس کر لیں۔

☆ دیکھیے راقم کی کتاب 'ہمارا دینی نظام تعلیم' مطبوعہ، دارالاخلاص، لاہور جو مکتبہ البرہان سے طلب کی جا سکتی ہے

۲۔ مزید آٹھ سالہ تعلیم (۲ سالہ ثانویہ عامہ، ۲ سالہ ثانویہ خاصہ، ۲ سالہ عالیہ اور ۲ سالہ عالمیہ) اس طرح دی جائے کہ طالب علم کو دینی علوم میں رسوخ حاصل ہوتا جائے اور وہ حکومتی ڈگریاں بھی حاصل کر لیں۔ عالیہ کے آخری سال میں عمرانی علوم (جیسے تاریخ، جغرافیہ، تعلیم، سیاسیات، معاشیات، انگریزی، عربی۔۔ وغیرہ) میں سے کسی ایک کا اضافہ کر دیا جائے اور اسی میں عالمیہ میں اسلامی اور جدید دونوں علوم کے تناظر میں ایم اے کرا دیا جائے۔

اس طرح دینی مدارس سے ایسے افراد تیار ہو کر نکل سکیں گے جو مدارس اور مساجد کے علاوہ معاشرے اور ریاست کے مختلف شعبوں میں مفید خدمات انجام دے کر معاشرے اور ریاست کی اسلامی بنیادوں کو مستحکم کر سکیں گے۔

دوسری صورت: جدید تعلیمی اداروں کے فارغ التحصیل حضرات کی دینی تعلیم وتربیت کا اہتمام

اس کی کئی صورتیں ممکن ہیں مثلاً:

۔ عام لوگوں خصوصاً جدید تعلیمی اداروں میں زیر تعلیم طلبہ و طالبات کے لیے دینی مدارس میں شام کے مختلف کورسز اور چھٹیوں میں دینی تعلیم وتربیت کے خصوصی کورسز۔

۔ جدید تعلیم یافتہ افراد میں سے جو لوگ صبح کے اوقات میں کچھ وقت دے سکتے ہوں ان کے لیے دینی مدارس میں مختلف دورانیے کے سر ٹیفکیٹ، ڈپلومہ اور ڈگری کورسز کا اجراء۔

۔ فاصلاتی نظام تعلیم کے تحت جدید تعلیم یافتہ افراد کو علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اور ورچوئل یونیورسٹی کی طرز پر دینی جامعات کی طرف سے وسیع پیمانے پر سر ٹیفکیٹ، ڈپلومہ اور ڈگری کورسز کا اجراء۔

تیسری صورت: دینی مدارس کے فارغ التحصیل طلبہ کی علمی کمی پورا کرنا

وہ ہزاروں طلبہ و طالبات جو دینی مدارس کے موجودہ نظام کے تحت فارغ التحصیل ہو چکے ہیں اور

جدید علوم سے نابلد ہیں، ان کی اس کمی کو پورا کرنے کا اہتمام خود دینی مدارس اور جامعات بھی کر سکتی ہیں۔ اس کی کئی صورتیں ممکن ہیں مثلاً انہیں انگریزی زبان اور کمپیوٹر کے کورس کرا دیے جائیں اور مغربی فکر و تہذیب اور ان کے علوم کے بارے میں تعارفی لیکچرز کا اہتمام ان کے لیے کرا دیا جائے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انہیں ایک یا دو سال کی باقاعدہ ڈگری دے دی جائے یا دلا دی جائے مثلاً درس نظامی سے فارغ التحصیل طلبہ جو بی اے بھی ہوں اگر انہیں انگریزی، کمپیوٹر، معیشت، معاشرت، سیاسیات، حالات حاضرہ وغیرہ کے مضامین پڑھا کر حکومت کی منظور شدہ ایم اے کی ڈگری دے یا دلا دی جائے تو اس طرح بھی اس کمی یا خلاء کو کسی حد تک پورا کیا جا سکتا ہے جو موجودہ درس نظامی کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔ اس سے طلبہ کے لیے اعلیٰ تعلیم کا حصول بھی آسان ہو جائے گا اور انہیں اوپن مارکیٹ میں ملازمتیں ملنے کا امکان بھی پیدا ہو جائے گا۔

چوتھی صورت: جدید تعلیم اسلامی تناظر میں دینے کا اہتمام

۔ اس وقت تک ہم نے جو تین صورتیں سطور بالا میں تجویز کی ہیں وہ دینی مدارس کے دائرہ اختیار میں آتی ہیں یعنی ان سب میں یہ چیز مشترک ہے کہ دینی مدارس دینی علوم کے متخصص عالم ہی تیار کریں گے البتہ یہ سعی بھی کریں گے کہ وہ متخصص ایسے ہوں جو مدارس و مساجد کے علاوہ معاشرے اور ریاست کے مختلف شعبوں میں بھی مفید خدمات سرانجام دے سکیں۔

۔ اب ہم یہ تجویز پیش کر رہے ہیں کہ دین کے متخصص عالم تیار کرنا بلاشبہ بہت بڑا کام ہے اور یہ مسلم معاشرے کی ایک بنیادی اور اہم ضرورت کو پورا کرتا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ مسلم معاشرے کو ایسے افراد کی بھی ضرورت ہوتی ہے جو ایسی صنعتوں اور حرفتوں میں مہارت رکھتے ہیں جن کے بغیر معاشرے کا کام نہیں چل سکتا مثلاً معاشرے کو طبیبوں (ڈاکٹروں) کی ضرورت ہوتی ہے، مہندسین (انجینئرز) کی ضرورت ہوتی ہے، تربیت یافتہ اساتذہ کی ضرورت ہوتی ہے......وغیرہ وغیرہ اور ان کے بغیر معاشرہ نہیں چل سکتا لہذا ایسے ماہرین کی اس طرح تیاری کہ یہ افراد اپنے شعبے میں مہارت کے ساتھ ساتھ دین کا ضروری علم بھی رکھتے ہوں اور اسلامی اصول و اقدار کے مطابق ان کی تربیت بھی ہو چکی ہو، انتہائی اہم اور ناگزیر ہے۔ اس وقت تک یہ کام بھی انگریز کے بنائے ہوئے نظام کے تحت ہو رہا ہے اور اسلامی تناظر

میں نہیں ہو رہا، اسلامی اصولوں اور تقاضوں کے مطابق نہیں ہو رہا جس سے معاشرے میں کرپشن، حرص، ہوس، حسد، بے اصولی، بد دیانتی اور بداخلاقی کا دور دورہ ہے اور لوگوں کی دنیا و آخرت دونوں برباد ہو رہی ہیں۔ لہذا کوئی حرج نہیں اگر علماء کرام یا ان میں سے بعض جو اس چیز کا ذوق اور مزاج رکھتے ہوں، اس عمومی اور پیشہ ورانہ تعلیم کو بھی اپنا کام سمجھ کر کریں تاکہ جدید تعلیم کا یہ نظام بھی دین کے ماحول میں اور مغرب کی پیروی کرتے ہوئے نہ کیا جائے بلکہ اسلامی سپرٹ اور جذبے کے ساتھ کیا جائے۔

- جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا کہ اس نظام سے دین کے متخصص عالم تیار کرنا مقصود نہیں بلکہ عمومی اور پیشہ ورانہ تعلیم ہے اور دنیاوی علوم و مہارتوں کے حامل ایسے افراد تیار کرنا ہے جو دین کا ضروری علم بھی رکھتے ہوں اور اسلامی اصول و اقدار پر عمل بھی کرتے ہوں۔ لہذا ان کے لیے نصاب و نظام وہ نہیں ہو سکتا جو موجودہ دینی مدارس کا ہے بلکہ ان کا نصاب و نظام بھی اس طرح از سر نو وضع کرنا ہوگا کہ یہ پیشہ ورانہ ضرورتیں پوری کرنے کے ساتھ ساتھ اسلامی اصول و اقدار کے مطابق بھی ہو۔ اس کام میں جدید مغربی علوم سے محتاط استفادہ تو کیا جا سکتا ہے لیکن اس کی تقلید اعمیٰ بہرحال ترک کرنا ہوگی۔ پہلی جماعت سے لے کر اعلیٰ علمی و تحقیقی سطح تک اس طرح کا نصاب و نظام تیار کرنا خود ایک بہت بڑا دینی کام اور چیلنج ہے جس کی اس وقت امہ اور ملت اسلامیہ پاکستان کو بڑی سخت ضرورت ہے۔ لہذا پاکستان کے علماء کرام اور دینی جماعتوں و تنظیموں کا فرض ہے کہ وہ اس کام کا بیڑہ اٹھانے پر ہمت باندھ لیں بلکہ اللہ کا نام لے کر اس کام کو شروع کر دیں کیونکہ ہماری حکومتوں کو بدقسمتی سے اس کام کی ضرورت و اہمیت کا ذرا بھی پاس نہیں۔

حرف آخر

ہم پاکستان کے تمام اہل مدارس سے عموماً اور حنفی دیوبندی مکتب فکر سے خصوصاً درخواست کرتے ہیں کہ وہ مولانا حسین احمد مدنیؒ کے تیار کردہ اِس نصاب پر بار بار غور فرمائیں، اِس کی حکمتوں کو سمجھنے کی کوشش کریں اور مولاناؒ کی فکر کے مطابق اپنے نظام تعلیم اور اپنے دینی مدارس کی اصلاح کریں تاکہ امت کو وہ متوازن شخصیت میسر آ سکے جو اسلام کو مطلوب ہے اور جس کی نشان دہی کھل کر مولانا مدنیؒ نے اپنے اِس نصاب میں کی ہے۔ **و آخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین۔**

شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ

'آپ میں سے جو حضرات محقق اور باخبر ہیں وہ جانتے ہوں گے کہ میرے اکابر سلف نے کبھی بھی کسی اجنبی زبان کے سیکھنے یا دوسری قوموں کے علوم وفنون حاصل کرنے پر کفر کا فتویٰ نہیں دیا۔'

'ہماری عظیم الشان قومیت کا اب یہ فیصلہ ہونا چاہیے کہ ہم اپنے کالجوں سے بہت سستے داموں کے غلام نہ پیدا کرتے رہیں بلکہ ہمارے کالج نمونہ ہونے چاہئیں بغداد اور قرطبہ کی یونیورسٹیوں اور ان عظیم الشان مدارس کے جنہوں نے یورپ کو اپنا شاگرد بنایا اس سے پیشتر کہ ہم اس کو اپنا استاد بناتے۔'

'اے نونہالانِ وطن! جب میں نے دیکھا کہ میرے اس درد کے غمخوار (جس سے میری ہڈیاں پگھلی جارہی ہیں) مدرسوں اور خانقاہوں میں کم اور سکولوں اور کالجوں میں زیادہ ہیں تو میں نے اور میرے چند مخلص احباب نے ایک قدم علی گڑھ کی طرف بڑھایا اور اس طرح ہم نے ہندوستان کے دو تاریخی مقاموں (دیوبند اور علی گڑھ) کا رشتہ جوڑا۔ کچھ بعید نہیں کہ بہت سے نیک نیت بزرگ میرے اس سفر پر نکتہ چینی کریں اور مجھ کو اپنے مرحوم بزرگوں کے مسلک سے منحرف بتائیں لیکن اہل نظر سمجھتے ہیں کہ جس قدر میں بظاہر علی گڑھ کی طرف آیا ہوں اس سے کہیں

زیادہ علی گڑھ میری طرف آیا ہے۔'

(۱۹۲۰ء میں جامعہ ملیہ اسلامیہ کے افتتاحی جلسے سے خطاب)

مولانا سید حسین احمد مدنیؒ

'درس نظامی میں بھی بہت سے علوم کو ضرورت وقت سے زیادہ اہمیت دی گئی ہے جو کہ ضیاع عمر کا باعث اور خسارہ دین و دنیا کا سبب ہے اور بہت سے ضروری فنون و کتب سے چشم پوشی بھی گوارا کرنے کی بدنمائی اس میں موجود ہے۔'

(مولانا مدنیؒ کا مرتب کردہ دینی مدارس کا نیا نصاب۔ اصول وقوانین کلیہ ۷)

مولانا مناظر احسن گیلانیؒ

تیس چالیس سال کے غور و خوض کے بعد میں نے جو تجاویز اپنی کتاب تعلیم و تربیت میں پیش کی ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ 'مسلمانوں میں تعلیم کے جو دو مستقل نظام (حکومتِ مُسلطہ) کے قیام کے بعد جاری ہو گئے ہیں اس کی دوئی اور ثنویت کو مٹا کر صرف ایک ہی نظام قبول کر لیا جائے۔ اسی لیے اپنی تعلیمی تجویز کا نام میں نے 'وحدت نظام تعلیم' رکھا ہے۔'

(ضمیمہ کتاب مسلمانوں کا نظام تعلیم وتربیت)